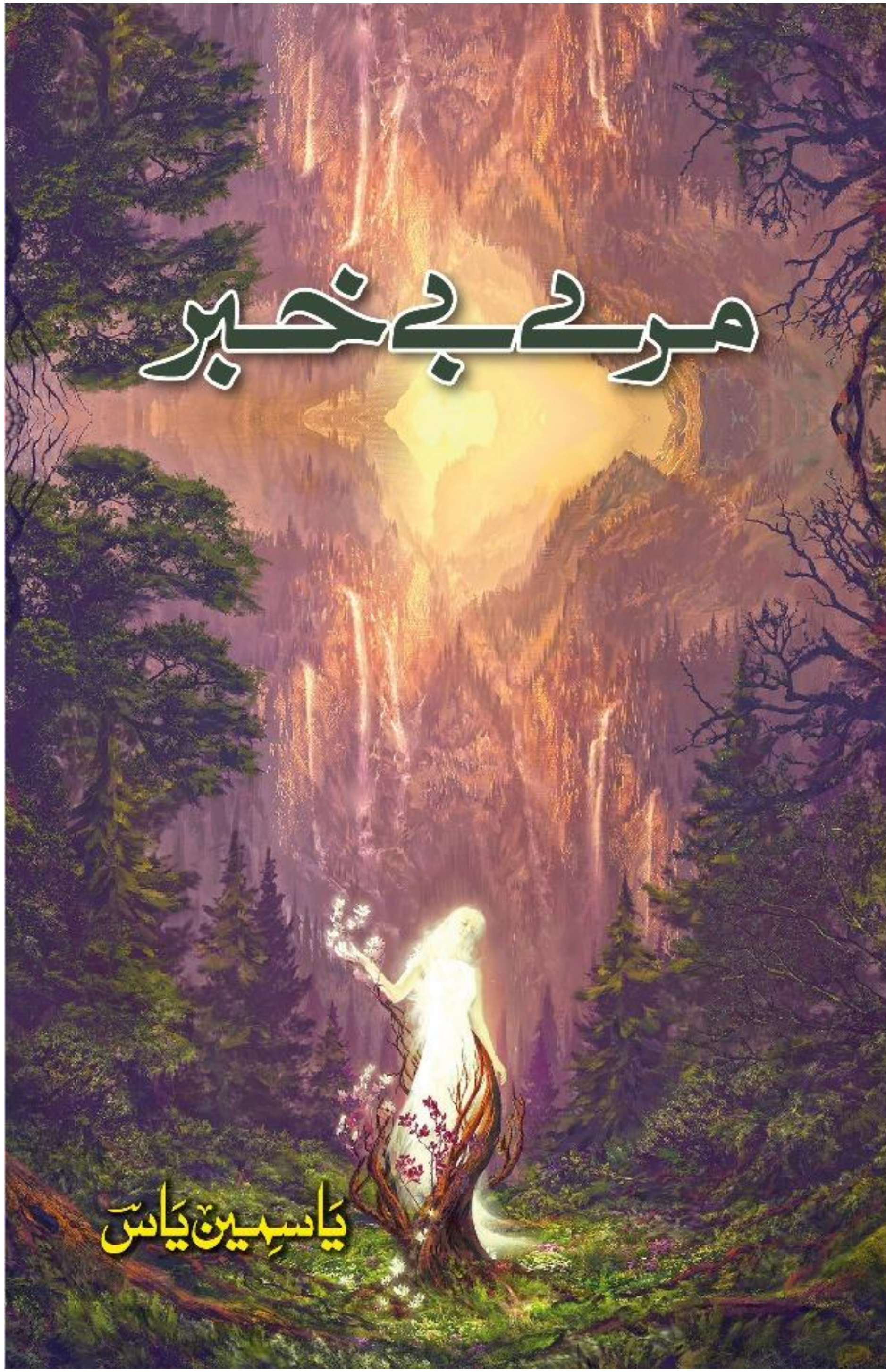


مرے بے خبر

یاسمین یاس



جنہیں بیچ راہ میں چھوڑ کر، کیا دربدر، مرے بے خبر
تری واپسی کے ہیں منتظر تجھے کیا خبر، مرے بے خبر
یہ بھی اک عجیب سی بات ہے کہ یہ عمر جن کے تھی نام کی
انہیں کچھ خبر نہیں ہو سکی رہے بے خبر، مرے بے خبر

یاسمین یاس

مرے بے خبر

(اضافت کے ساتھ)

(دوسرا ایڈیشن)

یاسمین یاسؔ

انتساب

اپنی والدہ
اور
مس مرتضیٰ حسین کے نام

آپ ہوتے تو کتنا اچھا تھا
آپ ہوتے تو زندگی ہوتی

فہرست

نظمیں

میرا شعری سفر

میں کہاں فلسفہ کہاں اے یاسؔ
جب بھی لکھوں تو شاعری لکھوں

یاسمین سلطان سے یاسمین یاس کے سفر کو اگر میں مختصراً بیان کروں تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ 'مرے بے خبر' نے مجھے شاعر بنا دیا۔ اکثر سننے میں آتا ہے کہ وقت کی رو میں بہنے والوں کی سمت کا تعین وقت خود کرتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں اس میں میری ذاتی کوشش کم اور قسمت کا دخل زیادہ ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے فرمایا تھا۔'' شاعری دنیا کی مادری زبان ہی اور مادری زبان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسے سیکھنے کے لیے کسی مکتب میں داخلہ نہیں لینا پڑتا۔ شاعری مجھ پر ہمیشہ مہربان رہی ایک محبوبہ کی طرح، یہ اسی کا کمال ہے کہ تعلیمی مصروفیت ہو، غمِ روزگار ہو، گھریلو مسائل ہوں یا سماجی سرگرمیاں جب شاعری کا نزول ہوتا ہے تو ساری مصروفیتیں پسِ پشت ڈال کر میں اپنی توجہ اس پر مرکوز کر لیتی ہوں پچھلے کئی سالوں سے یہ کھیل اسی طرح جاری وساری ہے، کبھی یہ روٹھ جاتی ہے تو میں منا لیتی ہوں اور اگر میں مصروف ہو جاؤں تو یہ سر پر سوار ہو کر مجھے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں ادب سے تعلق رکھنے والوں کو جن معاشی ناہمواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ غمِ معاش کے لیے شوق کی قربانی دینا تو ایک عام سی بات ہے۔ تقریباً ۲۰۰۵ء کی بات ہے جب ایک مشاعرے میں مرحوم پروفیسر آفاق صدیقی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کلام کو سراہا اور اُستاد کا نام پوچھا میں نے کہا کہ بس تھوڑی بہت تک بندی کر لیتی ہوں، شوق کی خاطر 'مرے بے خبر' شائع تو کر لی مگر کسی استاد سے باقاعدہ اصلاح نہیں لی، بس ایک دو مرتبہ مرحوم راغب مراد آبادی کو کلام دکھانے کی کوشش کی تو انھوں نے سارے کا سارا کلام ہی بدل ڈالا اس لیے پھر کبھی کسی استاد کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی۔ آفاق صاحب میری روداد سن کر مسکرائے اور اپنے آستانے پر آنے کی دعوت دی۔ ان کی رہائش پر تو شاعروں ادیبوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خاص طور پر ہفتہ اور اتوار کو تو ان کے گھر پر بیٹھنے کی جگہ تک نہ ہوتی۔ وہیں میری ملاقات شہناز شورو، بابر عطا، ریحان مصطفی، ہدایت سائر، عاطف توقیر اور فیض عالم بابر جیسے دوستوں سے ہوئی۔ ہم سب نے آفاق صدیقی صاحب کی رہنمائی میں بہت کچھ سیکھا۔ انھوں نے ہمیشہ قلم سے جڑے رہنے کی ترغیب دی مگر یہ نصیحت بھی ہمیشہ کی کہ پہلے اپنا مستقبل بناؤ۔ اپنی نوکری پر توجہ دو، پھر ادبی دنیا کو وقت دینا کہ شاعری سے گھر نہیں چلتا۔ بس اسی لیے ان کی نصیحت پلے سے باندھ لی۔ کاغذ، قلم کا رشتہ برقرار رہا، تقریباً ۲۰۱۲ء میں 'رات گئے آنکھوں سے' کی اشاعت ہوئی۔ دیگر ذمہ داریاں بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہیں اور شاعری بھی وقت کے ساتھ ساتھ اور زیادہ مہربان ہوتی رہی۔

اکثر 'مرے بے خبر' پڑھ کر خیال آتا تھا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ مگر یہ

بھی حقیقت ہے کہ ہر عمر کا اپنا تقاضا ہوتا ہے۔ اُس وقت جو ٹھیک لگا وہ کیا اور اب اگر موقع مل رہا ہے تو کیوں ناں 'مرے بے خبر' کی اشاعت دوم سے ان خامیوں کو دور کیا جائے۔ پہلے تو خیال آیا کہ منتخب کلام کو انتخابِ یاس کے نام سے شائع کروں، اس سلسلے میں کچھ دوستوں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ 'مرے بے خبر' کو اضافت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ جس میں 'رات گئے آنکھوں سے' کا کلام اور کچھ نیا کلام بھی شامل ہو۔ یہاں میں یہ اعلان بھی کرتی چلوں کہ "مُرے بے خبر" کو میرا واحد مجموعہ شمار کیا جائے کہ اس نے مجھے بحیثیت شاعرہ ادبی دنیا میں متعارف کروایا اور مجھے یاسمین یاس بنایا۔

اکثر مجھے مشورہ دیا جاتا ہے کہ میں اپنا تخلص بدل دوں، حتیٰ کہ مرحوم امجد اسلام صاحب نے اپنے مضمون میں بھی یاس کا تخلص بدلنے کا مشورہ دیا، کہ اس سے مایوسی کا تاثر ملتا ہے۔ جبکہ میری شخصیت اس سے قدرے مختلف ہے۔ میرے لیے سب کی رائے قابل احترام ہے مگر کیا کروں مجھے یاسؔ کے ساتھ کی عادت ہو چکی ہے اور عادت عقیدے سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے اس لیے مجھے اب یاسؔ کے ساتھ ہی قبول فرمائیں۔

میرے خیال میں ہر انسان کو قلبی سکون یاس میں ڈوب کر ہی ملتا ہے۔ زندگی میں اکثر ہم بہت مصروف اور پر اُمید رہتے ہیں مگر جب کبھی تھوڑی دیر کے لیے کوئی مایوسی ہمیں اپنے شکنجے میں جکڑنے کی کوشش کرتی ہے اور ہم ذرا بھی کمزور پڑنے لگتے ہیں اُس وقت ہمارے اندر چھپی مضبوط ہستی ہمیں سہارا دیتی ہے، ہم میں جینے کی امنگ پیدا کرتی ہے اور یہ یاس ہی ہے جو ہماری ملاقات ہمارے اندر موجود ہستی سے کرواتی ہے یعنی یہ ہمیں ہم سے ملواتی ہے۔

اب اگر میں بات کروں شاعری کی تو میری شاعری میں امید و یاس، ہجر و فراق، خوشی و غم کے تمام پہلو موجود ہیں اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاعری میں موجود حزن و ملال اسے جاوداں کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کسی بات کا شاعر کے دل میں پیدا ہونا اتنا اہم نہیں جتنا اس کا دوسرے کے دل میں اتار دینا ہے۔ دیکھا جائے تو امیر خسرو، میر، غالبؔ، فیضؔ، جونؔ، فرازؔ یا پروینؔ شاکر سب مرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں اس لیے زندہ ہیں کہ ان کے اشعار ہمارے دلوں میں موجود ہیں اور جب تک اُردو پڑھنے والے اس دنیا میں ہیں یہ لوگ بھی زندہ رہیں گے۔ میری خواہش ہے کاش میں بھی اِسی طرح لوگوں کے دلوں میں زندہ رہ سکوں۔

میرے شعری سفر میں خاص طور پر مجموعوں کی اشاعت میں جن لوگوں نے تعاون کیا میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ 'مرے بے خبر' کے حوالے سے مرحوم راغب مراد آبادی، مرحوم ڈاکٹر وقار انجم، تنویر کاظمی صاحب، اختر سعیدی صاحب اور میرے چھوٹے بھائیوں جیسے دوست زوار زیدی جنھوں نے جون ایلیا مرحوم سے بستر مرگ پر میرے لیے دو جملے لکھوائے، اسی طرح مرحوم پروفیسر آفاق صدیقی، شفیق احمد شفیق صاحب، پروفیسر زیب النساء زیبی صاحبہ، ڈاکٹر مظہر حامد صاحب، عبادت اللہ خان صاحب، بابر عطا صاحب، سلیم فرخی صاحب، حمیرا راحت صاحبہ اور مرحوم امجد السلام امجد جن کی قیمتی آرا سے 'رات گئے آنکھوں سے' معتبر ٹھہری اور، مرحوم عبدالجبار اثر اور فیض عالم بابر صاحب نے منظوم خراج عقیدت پیش کر کے اس کا وقار مزید بڑھایا۔ 'مرے بے خبر' کی اشاعت دوم میں انور شعور صاحب اور اجمل سراج صاحب نے مسودے میں موجود خامیوں کی نشاندہی کی جس کے لیے میں ان کی مشکور ہوں اگر

کوئی خامی رہ گئی ہوتو یہ میری کوتاہی ہوگی۔اس کے علاوہ حمیرا راحت صاحبہ، ڈاکٹر رخسانہ صبا صاحبہ اور فراست رضوی صاحب کا شکریہ جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر قیمتی رائے سے نوازا۔

کہنا تو بہت کچھ چاہتی ہوں کہ باتوں کا نہ رکنے والا ایک سلسلہ ہے۔مگر اس وقت آپ سب سے اجازت چاہوں گی اور ساتھ ہی ساتھ ان محسنوں کا شکریہ ادا کرتی چلوں جنھوں نے زندگی کہ ہرموڑ پر میری راہ کے پتھر سمیٹے ، اور میری کامیابیوں کی راہ ہموار کی ۔ ہما،فرحت،نورین،علی مکانی،عنبرین،ڈاکٹر سیدہ نازش، ڈاکٹر تنوین اوردو معزز ہستیاں جواس دنیا سے تو چلی گئیں مگر ابھی بھی ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے آس پاس ہر وقت موجود رہتی ہیں مس مرتضی حسین اور حنا(اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) اس کے علاوہ میری فیملی کا ہر فرد جن کے تعاون سے میرا ہر خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔مجھ پر اللہ تعالی کا خاص کرم ہے کہ اس نے مخلص رشتوں سے نوازا اور کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔امید ہے 'مرے بے خبر' آپ کو آپ کے ہونے کی خبر دے گی کہ شاعری بہت کچھ کہتی ہے، کان لگا کر نہیں دل لگا کر سنیں۔

خیر اندیش

یاسمین یاس

شاعری اور یاسمین یاس

یہ میری بہت پیاری بیٹی کا دوسرا مجموعہ ہے۔میرے لیے قلبی مسرت کا آئینہ دار۔قریب قریب ستر برسوں سے شعروسخن کو عزیز جاں رکھا ہے۔شعرائے کرام شاعری کو اپناتے ہیں ،اچھی بات ہے ،لیکن کیا شاعری بھی ان سب کو اپناتی ہے؟ میرے نزدیک یہ اہم سوال رہا ہے۔یاسمین یاس کی یہ شعری تخلیقات میرے خیال میں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ شاعری نے یاسمین کے قلب وجان کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور لفظ و بیاں کی صورت میں جو کچھ صفحہ قرطاس پر آتا ہے وہ وارداتِ قلبیہ ،دروبین احساس اور متحرک جمالیات کا عکس جمیل پیش کرتا ہے۔

چاہتا ہوں کہ اپنی بات کو جگر صاحب کے اس شعر پر ختم کروں۔

اے کمال سخن کے دیوانے
ماورائے سخن بھی ہے اک بات

کارساز حقیقی میری روحانی بیٹی کو سلامت با کرامت رکھے

دعا گو

پروفیسر آفاق صدیقی (مرحوم)

یاسمین یاسؔ کی شاعری

تہہ درتہہ کیفیات میں لپٹی ہوئی محبت کا بھی جواب نہیں، کبھی یہ ہجر وفراق کے لمحوں میں مسکراتی ہے، کبھی کسی کے اچانک ملنے پر آنکھیں نم کر لیتی ہے، کبھی خود بے خبری کے عالم میں ہوتی ہوئی بھی یقین کے مرحلے سر کرتی ہے اور کسی بے خبر کو پکارتی رہتی ہے اور کبھی گمان کی منزلوں سے گزرتی ہوئی رات گئے آنکھوں سے اداسی بن کر ٹپکتی رہتی ہے۔ یاسمین یاس کی شاعری میں سادہ بیانی کے ساتھ محبت کی ان کیفیات کا اتار چڑھاؤ نمایاں ہے۔

خواب ہی تھا کہ مری آنکھ کے سارے موتی
کوئی چنتا ہی رہا رات گئے آنکھوں سے
ٹوٹ جائے گا مرا مان اگر تم روئیں
میں نے چپکے سے کہا رات گئے آنکھوں سے

☆

جنھیں بیچ راہ میں چھوڑ کر، کیا در بدر مرے بے خبر
تری واپسی کے ہیں منتظر، تجھے کیا خبر مرے بے خبر

☆

پھر وہی خواب ہیں، پھر وہی رتجگے
بے قراری مجھے راس آئی تو ہے

یاسمین یاس تقریباً دو دہائیوں سے کراچی کے شعری منظر نامے پر متحرک ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ "مرے بے خبر" کے نام سے ۲۰۰۲ء میں سامنے آیا۔ دس برس بعد ۲۰۱۲ء میں یاسمین کے دوسرے شعری مجموعے 'رات گئے آنکھوں سے' کی اشاعت ہوئی اور اب پھر بارہ برس بعد مرے بے خبر کا دوسرا ایڈیشن اشاعت کے مراحل سے گزرنے کے لیے تیار ہے۔

حزن و یاس کی کیفیات کو شعر کے پیکر میں ڈھالنے اور ہر نفس کو عمر گذشتہ کی میت کہنے والے فانی بدایونی کو یاسیت کا امام کہا جاتا ہے، لہٰذا جب میں نے پہلی مرتبہ یاسمین یاسؔ کا نام سنا تو خیال آیا کہ شاید ان پر فانی بدایونی کی قنوطیت پسندی کا اثر ہے ورنہ وہ اپنا تخلص 'یاسؔ' نہ رکھتیں، مگر پہلی ملاقات اور بعد میں چند رسمی اور مختصر ملاقاتوں کے بعد اس خیال پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی کیوں کہ انھیں جب بھی دیکھا، چہرے پر ایک خوب صورت، سچی اور دل پذیر مسکراہٹ لیے ہوئے اور زندہ دلی کے ساتھ بات چیت کرتے دیکھا۔ آج جب ان کی شاعری نظر کے سامنے ہے تو پھر اسی یاسمین سے ملاقات ہوئی جس کا تخلص سن کر میں نے گمان کیا تھا کہ شاعری میں ان کا تعلق حزنیہ قبیلے سے ہے اور پھر شخصیت اور شاعری کے یہ دونوں رنگ ان اشعار کی صورت میں ذہن کے پردے پر بکھر گئے۔

اس دل کو ابھی درد سجانے نہیں آئے
آنکھوں کو برسنے کے بہانے نہیں آئے

☆

چہرہ ہنستا ہے آنکھ پرنم ہے
کتنا بے درد پیار کا غم ہے

مسکرانے کا راز مت پوچھو
روح چھلنی ہے درد پیہم ہے

یہ اشعار پڑھتے ہی مجھے احساس ہوا کہ چہرہ شناسی کا ہنر ہر جگہ کام نہیں آتا۔ جو لوگ درد چھپا کر مسکرانا جانتے ہیں انھیں سمجھنے کے لیے ان کے قریب جانا پڑتا ہے جیسا کہ فراز راجہ نے کہا ہے

دل کے زخموں کا اندازہ کب ہوتا ہے چہرے سے
ساحل سے کیا جان سکو گے دریا کتنا گہرا ہے

بنیادی طور پر تو یاسمین یاس کی شاعری اپنی ہی ذات کے دائرے میں گھومتی نظر آتی ہے اور ذات بھی وہ جو محبت کے حصار میں قید ہو۔ یہ ایک ایسے وجود کی آواز ہے جس کے نزدیک شاعری کبھی اس کرب کو بیان کرتی ہے جو خشک آنکھوں کی تشنگی بن کر روح میں جنم لیتا ہے اور کبھی اس درد کا اظہار کرتی ہے جس میں کسی چارہ ساز وغم گسار کی آرزو خواب ہو کر رہ جاتی ہے جگنوؤں کو مٹھی میں قید کرنے والی، تتلیوں سے رنگ چرانے والی، رنج و الم کی فضا میں قہقہے لگا کر اپنے آپ کو آزمانے والی یہ شاعرہ کبھی اپنے ٹوٹے پھوٹے وجود کو جوڑنے کی کوشش میں مصروف رہتی ہے اور کبھی اپنی ہار کا جشن مناتی ہے۔ اگر آپ ان ساری کیفیات کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کی یہ غزل ضرور پڑھیے جس کا مطلع ہے۔

غموں سے چور ہے اور قہقہے لگاتی ہے
وہ اپنے آپ کو ایسے بھی آزماتی ہے

اور یہ اشعار بھی پڑھیے جن میں رنج و ملال اور اشک باری کی کیفیات ظاہر ہوئی ہیں

میں کھل کے آج رونا چاہتی ہوں
سکوں کی نیند سونا چاہتی ہوں
محبت میں سوائے حسرت و یاس
مرا ہے کیا جو کھونا چاہتی ہوں

ان کی شاعری کا مرکزی موضوع محبت ہے اگر اس کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ محبت، فرقت اور وصال و ہجر کی کیفیات، روٹھنے منانے، سجنے اور سنورنے کے معاملات، محبوب کو یاد رکھنے یا اسے بھول جانے کی کوشش، تعلق کی استواری اور ترک تعلق کی راہ پر قدم رکھنے کی خواہش کے سوا زندگی کچھ بھی نہیں۔ اس مجموعے کی بیش تر غزلوں پر یہ رنگ حاوی ہے، موضوعات میں نئے پن کی کمی ہے۔ زبان کا استعمال بھی بے حد روایتی ہے بلکہ صنم، جانم اور جاناں جیسے الفاظ کے استعمال کی وجہ سے بعض اشعار میں تو فلمی رنگ بھی جھلک رہا ہے لیکن جہاں جہاں یاسمین یاس رنج و الم کے اظہار اور جذباتی کیفیت سے باہر نکلی ہیں وہاں قربت و فرقت اور محبت و عداوت کا بیان بھی بڑے سلیقے اور خوب صورتی کے ساتھ ہوا ہے۔

عمر بھر انتظار کا انعام
ایک ہی شام دے رہا ہے وہ
ہجر بوؤں بھی اور کاٹوں بھی
کام پر کام دے رہا ہے وہ

☆

ہو محبت کا یا عداوت کا
جو بھی رشتہ ہو بس کمال کا ہو

تجھ سے بس اک سوال ہے میرا
پاس کچھ تو مرے سوال کا ہو

☆

چوں کہ ساتھ رہنا تھا
فاصلے ضروری تھے
راہ تھی محبت کی
آبلے ضروری تھے

شعر کہنے والا چوں کہ معاشرے کے حساس ترین طبقے سے تعلق رکھتا ہے اس لیے یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ شاعر اپنے اردگرد زندگی کے بکھرے ہوئے مسائل سے صَرفِ نظر کر سکے۔ بھوک، غربت، جہالت، ناانصافی، ظلم، جبر اور بڑھتا ہوا اخلاقی زوال ایسے موضوعات ہیں جو ہر باشعور اور حساس فرد کو متاثر کرتے ہیں۔ یاسمین یاس کے اس شعری مجموعے میں اس قسم کے موضوعات بہت کم نظر آتے ہیں لیکن بہر حال ان اشعار سے ان کے سماجی شعور کا اندازہ ہوتا ہے

ترستے ہیں جو اک روٹی کی خاطر
کھلونوں کی وہ خواہش کیا کریں گے
وہ جن کی چھت ہو بارش میں ٹپکتی
وہ ساون کی ستائش کیا کریں گے

☆

سوچوں کی چوکھٹوں پر
کج فہمیوں کے پہرے

قصے کہانیاں ہے
انصاف کے کٹہرے
اے یاس اپنے حاکم
اندھے ہیں اور بہرے

سماجی آگہی کی ایک ہلکی سے جھلک ان کی نظموں میں بھی نظر آتی ہے اگر چہ بحیثیت مجموعی ان نظموں پر بھی رومانی رنگ چڑھا ہوا ہے اور محبوب سے مکالمے کی صورت نمایاں ہے۔ اس سلسلے کی ایک نظم جو مجھے اپنے سلیقہ اظہار کی بنا پر اچھی لگی اس کا عنوان ہے ’ڈر‘

نہ جانے کیوں یہ لگتا ہے؟
محبت کی تپش میں جلنے والا سارا ایندھن
رت جگا بن کر
مری آنکھوں کا کاجل بن گیا ہے
مجھے بس ڈر یہ لگتا ہے
اگر یہ پھیل جائے تو؟

’اپنے نام لکھا خط‘ اپنی ذات سے مکالمہ کرتی ہوئی ایک اچھی نظم ہے۔ نظم ’پیراڈائم‘ زندگی اور موت کے درمیان جاری سفر کو آگہی کا بھید قرار دیتی ہے۔ نظم ’جب کوئی بھی نہ ہو‘ مادہ پرستی کے اس عہد میں روحانی زوال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

محبت، رومان اور نسوانی احساسات سے معمور اس شاعری میں نسائی شعور اور عورت کی وجودی حیثیت کا اظہار بھی موجود ہے۔ عورت، جو صدیوں سے زندگی کے

میدانِ جنگ میں پدرسری سماج کے سامنے کھڑی ہے کہ اسے بھی انسان سمجھا جائے۔ یاسمین یاس کی ایک بہت اچھی نظم "میرا فیصلہ ہے" جس میں اکیسویں صدی کی باشعور عورت بولتی ہوئی نظر آتی ہے، جو یہ مطالبہ کرتی ہے کہ عورت کو محض ناقص العقل، گناہ کی پوٹ اور خادمہ یا کنیز نہ سمجھا جائے اسے اپنے فیصلوں میں آزادی دی جائے کیوں کہ وہ بھی سوچنا جانتی ہے اور بھرپور اڑان کا حق رکھتی ہے، دھیمے مزاحمتی لہجے میں اس نظم کا آغاز بھی خوب صورتی کے ساتھ ہوا ہے اور اس کی تکمیل بھی فیصلہ کن لہجے میں ہوئی ہے۔

"نظم مماثلت "ایک اور قبیح رسم کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں اچھے رشتے کے حصول کی خواہش میں لڑکی کو ٹرے سجا کر قربانی کے جانور کی طرح بار بار پیش ہونا پڑتا ہے اور بار بار مسترد ہونے کا دکھ بھی سہنا پڑتا ہے۔ ونی کی مذموم رسم کے تناظر میں کہی گئی نظم"رسم" میں مردوں کی خودساختہ مجبوریوں پر طنز کیا گیا ہے اور نظم" بنتِ حوا" ایسی بے شمار خواتین کے دکھوں کا اظہار یہ ہے جو اس فرسودہ سماجی حصار میں قید ہیں اور زندہ ہوتے ہوئے بھی مُردوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ نظم "دو آنسو" موجودہ سیاسی صورتِ حال کا آئینہ دکھائی دیتی ہے جس میں طاقتور حلقے ہر چیز کی قیمت لگاتے ہیں۔ کبھی عدالت کو خریدا جاتا ہے، کبھی صحافت کو اور کبھی انسانی حقوق کے ترجمانوں کو۔ یہ نظم احساس دلاتی ہے کہ اپنے خلاف اُٹھنے والی آوازوں کو خاموش کرانے والے دراصل تکبّر کے مرض کا شکار ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ حاکمیتِ اعلیٰ کا حق صرف خدائے بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اسی طرح نظم "فردوسِ بریں" میں بڑی ہنرمندی کے ساتھ خلوص اور ریاکاری، نفرت اور محبت، سچ اور جھوٹ، درد اور مسکراہٹ، تحفظ اور عدمِ تحفظ، مفلسی اور خوش حالی اور جنگ اور امن جیسے افتراقی جوڑوں سے کام لیتے ہوئے ایک ایسی دنیا کا خواب دکھایا گیا ہے جس میں زندگی جنتِ نظیر بن جائے۔ سلیقہ بیان کے حوالے سے اس

مجموعے کی مختصر نظمیں کم ظرف، اذیت، مختصر جواب، زادِ سفر اور ہریالی زیادہ کامیاب ہیں۔ غیر ضروری تفصیل پسندی ویسے بھی نظم کو نقصان پہنچاتی ہے۔ یاسمین یاس نے جہاں جہاں بھی اختصار سے کام لیا ہے وہاں کامیاب رہی ہیں۔ ان کی مختصر بحر کی غزلوں کے کئی اشعار اس بات کا بین ثبوت ہیں، حالاں کہ مختصر بحر میں غزل کہنا مشکل ہے۔ کچھ مثالیں آپ بھی دیکھیے جن میں ایک نوع کی بے ساختگی نظر آتی ہے۔

قربتوں کا اک لمحہ
ہجر کے زمانے سو
دربدر بھٹکتا ہے
جس کے ہیں ٹھکانے سو

☆

تمھارا کیا ہمارا کیا
محبت میں خسارہ کیا

☆

کبھی اتفاقاً ملاقات کی
تو رسماً ہی اس نے کوئی بات کی

☆

ہلکی سی مسکان سجا کر
دکھ بھی ٹالے جا سکتے ہیں

چکنی چپڑی باتیں کر کے
کام نکالے جا سکتے ہیں

دنیا اور غمِ دنیا سے الگ ہٹ کر جب انسان خدا اور کائنات سے اپنے رشتے کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا ہے تو کبھی اپنی ذات کے پھیلے ہوئے خلا میں اترتا ہے، کبھی نئی زمینوں کی تلاش میں نکلتا ہے اور کبھی اپنی بلند پروازی کے فسانے سناتا ہے۔ یاسمین یاس کی شاعری اگرچہ مجموعی طور پر ایک دھڑکتے ہوئے دل کی داستان ہے مگر اس میں کہیں کہیں سوچتا ہوا ذہن بھی نظر آتا ہے اور اپنی ہستی کی حقیقت کو پا لینے کی جستجو بھی۔

سراغ ہی نہ ملا مجھ کو میرے ہونے کا
یہ کیسی آگ میں خود کو لگا کے بھول گئی

☆

زمینوں سے زمانوں سے پرے ہے
مری سرحد ٹھکانوں سے پرے ہے
کوئی بھی حد نہیں وجدانِ غم کی
یہ ساتوں آسمانوں سے پرے ہے

☆

اک خلا میں رہتی ہوں
اک خلا سا مجھ میں ہے
میں خدا نہیں لیکن
ہاں خدا سا مجھ میں ہے

اگر یاسمین اپنی شاعری کے اس فکری پہلو پر بھی توجہ دیں تو یہ ان کے شعری سفر کے لیے خوش آئند ہوگا۔ اس سلسلے کا ایک شعر تو یقینا اپنی سادگی و پرکاری اور گہری معنویت کی بنا پر آپ کو بھی پسند آئے گا۔

آخری سانس کی خموشی میں
زندگی بھر کا شور ہوتا ہے

میں توقع کرتی ہوں کہ یاسمین یاس مشاہدے اور ریاضتِ فن سے کام لیں گی اور نئی لفظیات کے استعمال، نئے موضوعات کی تلاش، تازہ لب و لہجے، متوازن فکر اور مصرعوں کی بُنت پر توجہ دے کر مستقبل میں اپنے شعری سفر میں آگے بڑھیں گی اور نئے امکانات کا در وا کریں گی۔

ڈاکٹر رخسانہ صبا

یاسمین یاسؔ کا کمالِ سخن

ہماری ادبی اصناف میں غزل نے جو ترقی کی ہے، وہ بے مثال ہی نہیں حیرت ناک بھی ہے۔ حیرت ناک اس لئے کہ گزشتہ ایک صدی میں بہت سی بڑی اور مقبول اصناف اپنی افادیت کھو بیٹھیں اور ختم ہو گئیں۔ غزل کے زندہ رہنے اور مقبولِ عوام ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ غزل ہر بدلتے ہوئے زمانے کے ساتھ اپنے آپ کو بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ ہر عہد کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہے اسی لئے اُردو غزل کبھی جمود کا شکار نہیں ہوئی۔ غزل کا یہی وہ تحرک ہے جس نے اُردو غزل کو ہمیشہ زندہ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کی جدید غزل روایتی غزل سے مواد اور اسلوب دونوں میں یکسر مختلف ہے۔

پاکستان میں لکھی جانے والی غزل پاکستانی معاشرے، تہذیب اور سیاسی منظر نامے کی عکاس ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اس میں تخلیق کار کی ذات کے عکس بھی نمایاں ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستانی غزل داخلیت اور خارجیت کے خوبصورت امتزاج سے عبارت ہے پاکستانی غزل کو ثروت مند بنانے میں محض شاعروں کا ہی حصہ نہیں ہے، اس میں پاکستانی شاعرات کا بھی بہت بڑا اور وقیع حصہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

جدید نسائی شاعری کا آغاز اُردو زبان میں ادا جعفری کی شاعری سے ہوا۔ بقول سحر انصاری وہ آج بھی اُردو شاعرات کے لئے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ اُردو

شاعری کی خاتونِ اول ہیں کیونکہ پہلی بار اُنہوں نے ہی واحد متکلم کو عورت کے وجود سے جوڑا اور شاعر کے طرزِ بیاں اور شاعرہ کے طرزِ اظہار کی تخلیقی تفریق کو نمایاں کیا۔ ۱۹۵۰ء میں جب اُن کا پہلا شعری مجموعہ ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' شائع ہوا تو اُردو شاعری ایک نئے وقار، شائستگی اور رجحان سے آشنا ہوئی۔

آج کی نئی شاعرات کی شاعری میں نسائی اندازِ سخن کے اس ارتقائی سفر کے نشانات ڈھونڈنا کوئی مشکل بات نہیں۔ نسائی شاعری کے اسی تسلسل میں مجھے یاسمین یاس کا نام بہت روشن نظر آتا ہے۔ اُن کی زیرِ نظر کتاب ''میرے بے خبر'' کی غزلیں اور نظمیں جدید نسائی شاعری کے معیاری تخلیقی رویوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ یاسمین یاس کی شاعری لہجے کے نئے پن کے ساتھ ساتھ فن کی پختگی کی مظہر بھی ہے۔ وہ اپنے نسائی دروبست میں کامل احتیاط کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ میرے نزدیک لفظ شناسی شعر و ادب میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ الفاظ ہی سے شاعری کی جاتی ہے، جذبات اور احساسات سے نہیں۔ لفظ آشنائی یاسمین یاس کی پوری شاعری میں ہمیں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مصرعوں میں روانی اور تاثیر ہے۔ سلاست اور متانت کا امتزاج ہی اُن کی شاعری کی پہچان ہے مثلاً اُن کے یہ اشعار:

کرب کیا کیا نہ سہا، رات گئے آنکھوں سے
ایک آنسو نہ بہا، رات گئے آنکھوں سے
جشنِ تنہائی منانے کے لئے دل میرا
آج پھر کھل کے ہنسا، رات گئے آنکھوں سے

☆

تمہاری یاد کے تارے سجا کے بھول گئی
چراغ سارے کے سارے جلا کے بھول گئی
سراغ ہی نہ ملا مجھ کو میرے ہونے کا
یہ کیسی آگ میں خود کو لگا کے بھول گئی

☆

غموں کی ہم نمائش کیا کریں گے
خود اپنی آزمائش کیا کریں گے

☆

نفرتوں کی تاریکی جن دلوں میں بس جائے
اُن کو پھر محبت کی چاندنی نہیں ملتی

☆

ہوش لکھوں نہ بے خودی لکھوں
عشق کو کیوں نہ آگہی لکھوں

یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار ''مرے بے خبر'' میں آسانی سے مل جائیں گے۔ یہ اشعار اپنے اظہار میں ایک نوع کی سادگی لئے ہوئے ہیں۔ یہ سادگی زبان کی سادگی سے لیکر جذبات واحساسات کی معصومیت تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسی لئے یاسمین یاس کی شاعری میں آپ کو تجرید اور ابہام کے شعری رویے نہیں ملیں گے۔ یہ بات تو درست ہے کہ غزل کی بنیادی خوبیوں میں رمزیت اور اایمائیت شامل ہیں کیونکہ اگر کسی تجربے کو بغیر کسی رمز وایما یا اشاریت علامت کے بغیر بیان کیا جائے تو وہ ایک سپاٹ بیانیے میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اور جس چیز کو تنقید کی اصلاح میں تہہ

داری کہتے ہیں، شعراس سے عاری ہوجاتا ہے۔ اقبالؔ کا شعر ہے:

برہنہ حرف نہ گفتن کمال گویائی ایست
رُموزِ خلوتیاں جُز بہ رمزوایما نیست

لیکن رموزخلوتیاں کے نام پر ہمارے یہاں علامت نگاری کے بجائے مہمل اور لایعنی ادب کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی جس کی مثالیں ہمارے ماضی قریب کی ادبی تاریخ میں بکھری پڑی ہیں۔ یہ مختصر گفتگو میں نے یاسمین یاس کے تصورِ شعر کو واضح کرنے کے لئے کی ہے۔ اُن کی شاعری کا بنیادی جوہر ابلاغ ہے۔ کیونکہ وہ ادب جس کا ابلاغ ہی نہ ہو وہ کیسے انسانوں کے دلوں میں یا معاشرے میں جگہ بنا سکتا ہے۔ کیونکہ شاعری تنقید حیات بھی ہے اور ارفع ترین نشاط کا ذریعہ بھی۔ اور یہ سب کچھ ابلاغ کے بغیر ممکن نہیں۔ یاسمین یاس نے اپنے اُسلوب کو شفاف قابلِ فہم اور پُر جمال بنانے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ وہ اُسلوب پرست شاعرہ تو نہیں لیکن طرز ادا کو وہ اپنی شاعری میں سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ وہ غزل کی مخصوص نغمگی کو اپنی غزلوں میں کہیں بھی کمزور نہیں پڑنے دیتیں۔ وہ اپنے اور قاری کے درمیان ابلاغ کے رشتے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیتیں، اس لئے اُن کی غزل کی آواز صاف ، واضح اور براہ راست ہے۔ جذبے کی شدت اور اُن کا پسندیدہ ذخیرہ الفاظ اس شعری آواز میں حسن کاری کرتا ہے۔ یہی اُن کا تصورِ شعر ہے۔ وہ شعری جمالیات کو محض تجرید و علامت کا پابند نہیں سمجھتیں، لہجے کا حسن اور احساس کی نزاکت اُن کے نزدیک اثر انگیز شاعری کے اساسی اجزاء ہیں۔ اُن کے لہجے میں ایک یقین ہے۔ اور اسی یقین سے اُن کی شاعری میں رجائیت کے رنگ اُبھرتے ہیں۔ یاسمین یاس کے یہ اشعار اس نکتہ نظر کی گواہی دیں گے۔

تمہارے پیار میں حد سے گزر کے دیکھیں گے
یہ دیکھ لینا محبت میں مر کے دیکھیں گے

☆

زندگی کا جسے ارمان نہیں ہوتا ہے
آپ کچھ بھی کہیں انسان نہیں ہوتا ہے
رہزنوں سے بھی جو در پردہ تعلق رکھے
قافلے کا وہ نگہبان نہیں ہوتا ہے

☆

کسی اُلجھن،کسی جھگڑے، کسی تکرار سے پہلے
کبھی سوچو مرے بارے میں تم انکار سے پہلے

☆

یہ جُرم جُرم سیاست نہیں تو پھر کیا ہے
یہ زہر، زہرِ عداوت نہیں تو پھر کیا ہے
ضمیر بکنے لگے اُونچی بولیوں کے سبب
یہ عہد عہدِ تجارت نہیں تو پھر کیا ہے

یہ بات بھی اہم ہے کہ یاسمین یاس سماجی آگہی کے مقابلے میں داخلی آگہی کو اہمیت دیتی ہیں۔شاعری اُن کی نظر میں پروپیگنڈہ نہیں دل کا احوال ہے۔یہی شعری رویہ ان کی شاعری کے content کو متعین کرتا ہے۔اُن کے عشقیہ اشعار اس کی بہترین مثال ہیں۔عشق کا تجربہ اُن کے کلام میں ایک روشن مرکزی نقطہ بن کر سامنے آتا ہے۔فراق گورکھپوری نے لکھا ہے۔

دنیا کی عظیم اخلاقی ادب کے مقابلے میں عشقیہ شاعری میں زیادہ بڑی انسانی اقدار پائی جاتی ہیں۔یہی وہ شاعری ہے جو انسانوں کو زندگی سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔اس کا دائرہ اثر کسی بھی نوعیت کی شاعری سے زیادہ وسیع ہے۔یاسمین یاس کے یہاں عشق انسانی المیہ نہیں بلکہ زندگی اور انسانی رشتوں کا شعور ہے۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُن کی شاعری میں جو عشق کا concept ہے اُسے عام آدمی بھی خیال کی سطح پر جان سکتا ہے اور اسے اپنے تجربے کی روشنی میں محسوس کر سکتا ہے۔اس عمل کو سلیم احمد تجربہ کی تفہیم کرنا کہتے ہیں۔یعنی شاعر کا تجربہ صرف اس کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ ہر شخص کا تجربہ بن جائے۔خلقِ خدا کو اپنے تجربے میں شریک کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

یاسمین یاس کی عشقیہ شاعری تفہیم کا بہت بڑا دائرہ رکھتی ہے،اس پس منظر میں ان کے اشعار ملاحظہ کیجیے

اس ایک خواب کی تعبیر میں زمانے لگے
کہ اُس کا نام مرے ساتھ آنے لگے
وہ پاس ہو تو سما جائے زندگی مجھ میں
وہ دور ہو تو مری جان جیسے جانے لگے

☆

مار ڈالے گی یہ خلش مجھ کو
اس نے دیکھا ہے بےرخی سے بہت

فراست رضوی

زندگی کو دل سے لکھنے والی شاعرہ

ایک اچھے شعر کی سچی اور اصل تعریف آج تک کوئی بھی متعین نہیں کر سکا، یوں تو بہت سے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ شاعری کیا ہے۔ اگر انگریزی ادب کی طرف دیکھیں تو ہمیں شیلے یہ کہتا نظر آتا ہے۔

''عام طور سے شاعری کو تخیل کا اظہار کہا جا سکتا ہے۔'' (شیلے)

''شاعری وہ فن ہے جو مسرت کو صداقت سے ہمکنار کرتا ہے اور تخیل کو استقلال کا مددگار بناتا ہے۔'' (جانسن)

اردو ادب میں مدتوں پہلے آتش نے اچھی شاعری کو ''مرصع سازی'' کا نام دیا تو حسرت نے اچھے شعر کی فقط ایک ہی تعریف بیان کی کہ وہ مرصع بے شک نہ ہو بس ایسا ہو کہ زبان سے نکلے اور دل تک پہنچے۔

یاسمین یاس کی شاعری بلاشبہ حسرت موہانی کی اسی تعریف کی تفسیر ہے۔

شعر دراصل وہی ہیں حسرت
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

اور یاسمین کہتی ہیں

مرے دل کی زمین بنجر پڑی ہے
میں اس میں پیار بونا چاہتی ہوں

وہ چاہتا ہے میری زندگی مکمل ہو
وہ جانتا ہے کمی کوئی نہیں اُس کے سوا

یاسمین یاس ایک ایسی شاعرہ ہیں۔ جو بہت آسانی اور سہولت سے آسان الفاظ میں کوئی بہت اہم اور چونکا دینے والی بات بیان کر دینے کی عادی ہیں۔ یاسمین کا شمار ہمارے شہر کی اہم اور معروف شاعرات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بہت محنت اور دیانت داری سے اپنا مقام بنایا ہے۔ سہل ممتنع میں شاعری کرتی ہیں۔

اگر جانا ہے خالی ہاتھ سب کو
حصولِ زر کی اتنی خواہشیں کیوں

☆

درد کے بہانے سو
پیار کے فسانے سو

مندرجہ بالا اشعار میں ہم ''شاعری اور شاعرہ'' دونوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ یاسمین کی نرم روی، اُداسی اور گفتگو کے پیچھے چھپی خامشی کو ہم نے اُس کی شاعری میں بولتے سنا ہے۔ یاسمین کی مسکراہٹ اور قہقہے مصنوعی نہیں ہیں۔ لیکن جانے کیوں اُس کی آنکھوں میں کبھی کبھی ایک نمی یا اُداسی دھند بن کر پھیل جاتی ہے۔ اور کبھی تخلیق کے کسی بے کراں لمحے کی چمک بن کر سرگوشی کرتی محسوس ہوتی ہے۔ یاسمین کی شخصیت میں جو تنظیم اور ترتیب ہے۔ وہ اس کے کلام میں بھی موجود ہے۔

کامیابی کا راز لکھوں تو
ایک ہی لفظ عاجزی لکھوں
اتنا لکھوں کہ ہوں بہت خوش میں
اور ہے آنکھ میں نمی لکھوں

محبت ،دل کی آنکھ سے ٹپکا ہوا وہ اشک ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔محبت کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر انسان ذات اور درونِ ذات کے مسائل بھول جاتا ہے لیکن محبتیں بھی کئی طرح کی ہوتی ہیں کچھ محبتیں دل کے آئینے میں اپنا عکس چھوڑ کر وقت کی طرح آگے بڑھ جاتی ہیں اور کچھ محبتیں ایسی ہوتی ہیں جو دل کو آئینہ بنا دیتی ہیں اور یاد کی طرح ٹھہر جاتی ہیں،انسان کو سوز و گداز عطا کرتی ہیں اور کبھی کبھی اس کا ہاتھ تھام کر اُسے شعر و سخن کی دنیا میں لے جاتی ہیں اور شاعر بنا دیتی ہیں۔

کبھی آیا تجھ کو خیال بھی میں اسیر ہوں ترے پیار کی
یہی سوچ کر میرے شہر سے تو کبھی گزر میرے بے خبر

کسی دانشور نے کہا تھا کہ

''شاعری سوال اُٹھاتی ہے اور سائنس اُس سوال کا جواب دیتی ہے۔''

شاعری کا منصب چارہ گری نہیں ،مسیحائی بھی نہیں۔شاعر تو صرف زخم سامنے لاتا ہے۔اور یہ زخم اُس کے اپنے بھی ہو سکتے ہیں اور معاشرے میں سانس لیتے مسائل کے بھی۔شاعر دیکھتی آنکھوں کے مناظر کی تصویر کشی کرتا ہے۔صحرا میں اُڑتی ریت کا کرب اور سمندر کی پُر ہیبت لہروں کے اندر چھپی تنہائی کا دکھ لکھتا ہے۔

آخری سانس کی خموشی میں
زندگی بھر کا شور ہوتا ہے

☆

اب بھی بھرتے ہیں دم محبت کا
دیکھیے ہم میں کس قدر دم ہے

محبت یاس ولیوں کی ردا ہے
میں اس کا ایک کونا چاہتی ہوں

یاسمین یاس نے غزل کے علاوہ چند نظمیں بھی لکھی ہیں۔لیکن مشاعروں میں اُن کے خوبصورت ترنم کی دُھوم ہے۔اس لیے وہ زیادہ تر غزل ہی سناتی ہیں۔ اُنہوں نے کچھ مروج موضوعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ یہ نظمیں روشنی کی نوید بھی ہو سکتی ہیں اور زندگی کی ترجمان بھی۔

یاسمین یاس کی غزلوں اور نظموں میں جو رنج و غم کی ایک ہلکی سی لہر موجود ہوتی ہے۔وہ ملال ہوتے ہوئے بھی جمال کی کیفیت رکھتی ہے۔اُس کی اُداسی بھی اُمید کی کرن سے منور ہے۔اور اُس کے آنسو بھی ایک مسکراہٹ کا پیش خیمہ ہیں۔

مرے بے خبر کی دوسری اشاعت کی دلی مبارکباد دیتے ہوئے یاسمین یاس کی ایک مختصر نظم پر مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔

ڈر

نہ جانے کیوں یہ لگتا ہے
محبت کی تپش میں
جلنے والا سارا ایندھن
رت جگا بن کر
مری آنکھوں کا کاجل بن گیا ہے
مجھے بس ڈر یہ لگتا ہے
اگر یہ پھیل جائے تو؟

حمیرا راحت

وہ چاہتا ہے میری زندگی مکمل ہو
وہ جانتا ہے کمی کوئی نہیں اس کے سوا

حمد

میرے رہبر تری رہبری چاہیے
زندگی ، زندگی ، زندگی چاہیے

صرف سجدے پہ سجدہ ہی کافی نہیں
بندگی ، بندگی ، بندگی چاہیے

کتنا آساں ہے پانا تجھے اے خدا
عاجزی ، عاجزی ، عاجزی چاہیے

عارضی ہیں یہاں ساری سیرابیاں
تشنگی ، تشنگی ، تشنگی چاہیے

ہے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی زندگی
روشنی ، روشنی ، روشنی چاہیے

یاسؔ نے صرف تجھ سے یہ مانگی دعا
عاشقی ، عاشقی ، عاشقی چاہیے

نعت

کبھی صبح لکھ رہی ہوں، کبھی شام لکھ رہی ہوں
ہو رسائی جس کی تجھ تک، وہ پیام لکھ رہی ہوں

نہ تو حمد لکھ سکی ہوں، نہ لکھی ہے نعت کوئی
ترا نام یاد ہے بس، ترا نام لکھ رہی ہوں

یہ نزول نعت بھی تو، کوئی معجزہ ہی ٹھہرا
میں خدا کے فضل ہی سے یہ کلام لکھ رہی ہوں

مری آنکھ سے ٹپک کر، ترے دل میں جا بسے جو
میں حسینیت میں ڈوبا، وہ سلام لکھ رہی ہوں

میں کنیزِ مصطفی ہوں، درِ مصطفی پہ واری
میں محمدی ہوں دیکھو، سرِ عام لکھ رہی ہوں

◆

میں کُھل کے آج رونا چاہتی ہوں
سکوں کی نیند سونا چاہتی ہوں

ترے دِل کی زمیں بنجر پڑی ہے
میں اس میں پیار بونا چاہتی ہوں

جو سچ ہو جائے آنکھیں کھولتے ہی
اِک ایسا خواب ہونا چاہتی ہوں

مری وارفتگی کہتی ہے مجھ سے
اُسے خود میں سمونا چاہتی ہوں

محبت میں سوائے حسرت و یاس
مرا ہے کیا جو کھونا چاہتی ہوں

بہت بھاتا ہے تیکھا رنگ مجھ کو
سجن تھوڑا سلونا چاہتی ہُوں

محبت یاسؔ ولیوں کی ردا ہے
میں اس کا ایک کونا چاہتی ہوں

◆

زمینوں سے، زمانوں سے پرے ہے
مری سرحد ٹھکانوں سے پرے ہے

مری پرواز کا کیا پوچھتے ہو
یہ شاہیں کی اُڑانوں سے پرے ہے

زمین و آسماں مُٹھی میں بھرلوں
مری ہمت گمانوں سے پرے ہے

مری سوچوں کی وسعت دیکھ لو تم
فلک کی داستانوں سے پرے ہے

کوئی بھی حد نہیں وجدانِ غم کی
یہ ساتوں آسمانوں سے پرے ہے

ستارے توڑ کے لاتا ہے بس وہ
صنم جس کا جہانوں سے پرے ہے

بہت مشکل ہے رستہ میرے گھر کا
جو ان اونچے مکانوں سے پرے ہے

◆

جنھیں بیچ راہ میں چھوڑ کر کیا دربدر، مرے بے خبر
تری واپسی کے ہیں منتظر تجھے کیا خبر، مرے بے خبر

کوئی دکھ ملے کہ خوشی ملے، تجھے کھو کے اب تو یہ حال ہے
کسی بے حسی کا حصار ہے سرِ رہ گزر، مرے بے خبر

یہ بھی اک عجیب سی بات ہے کہ یہ عمر جن کے تھی نام کی
انھیں کچھ خبر نہیں ہو سکی رہے بے خبر، مرے بے خبر

کٹی عمر تجھ کو ہی سوچتے، تجھے چاہتے، تجھے پوجتے
اسی آرزو میں کہ تُو بنے مرا ہم سفر، مرے بے خبر

کبھی آیا تجھ کو خیال بھی، میں اسیر ہوں ترے پیار کی
یہی سوچ کر مرے شہر سے تُو کبھی گزر، مرے بے خبر

یہ دعا ہے ربِ کریم سے، تری ہر گھڑی میں بہار ہو
تری زندگی کو دوام ہو، مرے چارہ گر، مرے بے خبر

◆

چہرہ ہنستا ہے ، آنکھ پُرنم ہے
کتنا بے درد پیار کا غم ہے

آدمی آدمی پہ مرتا تھا
یہ چلن آج کتنا کم کم ہے

عیب جب سے بتا دیے اُن کو
تب سے ہر دوست مجھ سے برہم ہے

ساری دنیا سے دل لگا کے کھلا
بس مرا دل ہی میرا ہمدم ہے

مسکرانے کا راز مت پوچھو
روح چھلنی ہے ، درد پیہم ہے

اب بھی بھرتے ہیں دم محبت کا
دیکھیے ہم میں کس قدر دم ہے

گفتگو آپ کی سنی میں نے
جتنی سادہ ہے ، اُتنی مبہم ہے

◆

درد کے بہانے سو
پیار کے فسانے سو

قربتوں کا اِک لمحہ
ہجر کے زمانے سو

بھولتے تجھے کیسے
یاد کے خزانے سو

کس طرح مداوا ہو
زخم ہیں پُرانے سو

دربدر بھٹکتا ہے
جس کے ہیں ٹھکانے سو

زندگی جیے کیسے
موت کے نشانے سو

یاسؔ تیری آنکھوں میں
خواب ہیں سہانے سو

◆

تمھارا کیا ہمارا کیا
محبت میں خسارہ کیا

محبت حاصل غم ہے
محبت سے کنارا کیا

وہ جیتا ہے نہ مرتا ہے
غمِ الفت کا مارا کیا

نظر سے گر گیا ہو جو
اُسے چاہیں دوبارہ کیا

زمانے بھر کا غم تم کو
زمانہ ہے تمھارا کیا

جہاں ہر چیز فانی ہو
وہاں ڈھلتا نظارہ کیا

ہر اک شے ماند ہے تم بن
وہ شبنم کیا، ستارہ کیا

خدا جب ساتھ ہو اپنے
تو پھر کوئی سہارا کیا

تمھی سے یاسؔ جیتی ہے
تمھارے بن گزارا کیا

◆

کیوں کوئی اور داستاں ڈھونڈیں
آؤ اپنا ہی اک جہاں ڈھونڈیں

فہم و ادراک کے دریچوں میں
خود کو خود میں، یہاں وہاں ڈھونڈیں

ہم مسلسل سفر میں ہیں کب سے
کیوں نہ اپنا کوئی مکاں ڈھونڈیں

راز خود سے بھی تو نہیں چھپتے
کیوں یہاں کوئی رازداں ڈھونڈیں

وہ ستارہ شناس لگتا ہے
اُس میں اپنا کوئی نشاں ڈھونڈیں

ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو تھک جائیں
تیری یادوں کا سائباں ڈھونڈیں

•

محبت یاس سب کچھ ہے عداوت کچھ نہیں ہوتی
مرا دل مجھ سے کہتا ہے، رقابت کچھ نہیں ہوتی

نمازیں لاکھ پڑھ لو تم، وظیفے بھی کئی رٹ لو
سرورِ عشق ہوتا ہے، عبادت کچھ نہیں ہوتی

خودی کا راز جانو گے تو یہ بھی جان لو گے تم
عمل ہی اصل دولت ہے، حکایت کچھ نہیں ہوتی

ازل ہی سے سفر میں ہوں اور اتنا جان پائی ہوں
مرا ہونا حقیقت ہے، روایت کچھ نہیں ہوتی

وہ پہلو میں اگر بیٹھے تو دل کافر یہ کہتا ہے
تکلف کیا، مروت کیا؟ اجازت کچھ نہیں ہوتی

یہ ایسی آگ ہے جس میں جلے اندر بھی باہر بھی
اگر سوچو ، ذرا سمجھو یہ نفرت کچھ نہیں ہوتی

یہ کیسی بات کرتے ہو، بھلا روٹھے ہو تم کیسے
محبت میں، محبت کی، شکایت کچھ نہیں ہوتی

ہمیں باہم جو رکھے جھوٹ وہ اچھا مرے ہمدم
دلوں کو توڑنے والی صداقت کچھ نہیں ہوتی

◆

بے لوث محبت ہو تو پھر وہ ایک عبادت ہوتی ہے
جب کھوٹ ہو شامل نیت میں بے کیف ریاضت ہوتی ہے

بے خوف عبادت کرتی ہے، جب فہم و فراست صدیوں تک
تب جا کے کہیں وجدان کے اک لمحے کی عنایت ہوتی ہے

جو عقل و خرد کے مالک ہیں اور ہنستے ہیں دیوانوں پر
اُن عاقل ذہنوں کے پیچھے دراصل حماقت ہوتی ہے

کوئی نظم نہ ہو ، کوئی گیت نہ ہو ، اظہارِ محبت ہے کافی
قائل وہی کرتے ہیں جن کے لہجوں میں صداقت ہوتی ہے

اب حشر کے قصے رہنے دو، کشمیر کی حالت دیکھو تو
وہاں روز ہی لاشیں اُٹھتی ہیں، وہاں روز قیامت ہوتی ہے

جہاں خلق خدا کی بے حس ہو اور خود کو زندہ کہتی ہو
وہاں سچی باتیں کرنے سے، اے یاسؔ ندامت ہوتی ہے

◆

کرب کیا کیا نہ سہا ، رات گئے آنکھوں سے
ایک آنسو نہ بہا ، رات گئے آنکھوں سے

خواب ہی تھا کہ مری آنکھ کے سارے موتی
کوئی چُنتا ہی رہا ، رات گئے آنکھوں سے

مدتوں یاد رہے، بُھول نہ پائے کوئی
دل نے وہ گیت لکھا ، رات گئے آنکھوں سے

جشن تنہائی منانے کے لیے دل میرا
آج پھر کُھل کے ہنسا، رات گئے آنکھوں سے

ٹوٹ جائے گا مرا مان اگر تم روئیں
میں نے چپکے سے کہا، رات گئے آنکھوں سے

یاسؔ اب کے تو سمندر کو بھی حیرانی ہے
ایسا طوفان اُٹھا ، رات گئے آنکھوں سے

◆

تمہاری یاد کے تارے سجا کے بھول گئی
چراغ سارے کے سارے جلا کے بھول گئی

سُراغ ہی نہ ملا مجھ کو میرے ہونے کا
یہ کیسی آگ میں خود کو لگا کے بھول گئی

ہر ایک رسم نبھائی ہے پیار کی میں نے
وفا کے نام پہ خود کو مٹا کے بھول گئی

وہ مجھ سے پُوچھنے آیا تھا حالِ دِل میرا
فقط میں اپنے لبوں کو ہلا کے بھول گئی

میں قربتوں کو محبت کی شرط کہتی تھی
میں فرقتوں سے مراسم بڑھا کے بھول گئی

یہ توڑ پھوڑ تو شیوہ ہے ہستیِ جاں کا
بس اس کے حال پہ آنسو بہا کے بھول گئی

یہ بھولنا کسی نعمت سے کم نہیں ہے یاسؔ
کسی کے پیار کو دِل میں بسا کے بھول گئی

◆

تُو اگر ساتھ ہو ، تُو اگر پاس ہو
زندگی تب مجھے ہر گھڑی راس ہو

تیری الفت جو میرا مقدر بنے
غم نہیں پھر نہ کوئی اگر آس ہو

صرف چاہوں تجھے ، تیری پوجا کروں
میرے ہونٹوں پہ بس اِک تری پیاس ہو

دھڑکنوں میں محبت کی ہو نغمگی
ہر جگہ بس محبت کی بو باس ہو

لفظ خوشبو بنیں ، پھول بن کے کھلیں
جب مخاطب مری جاں ، مری پاسؔ ہو

◆

یہ شاعری ، یہ محبت ترے وجود سے ہے
سرور و کیف ، یہ حدت ترے وجود سے ہے

تجھی کو دیکھ کے ڈھلتے ہیں لفظ گیتوں میں
مرے خیال کی شہرت ترے وجود سے ہے

ترے سبب سے ہی قائم وفا کا تاج محل
دیارِ عشق میں شدت ترے وجود سے ہے

ہے زندگی کا سکوں تیرے نام سے قائم
تمام الفت و راحت ترے وجود سے ہے

جو ایک بار سُنے عمر بھر نہیں بھولے
کلامِ یاسؔ کی شہرت ترے وجود سے ہے

◆

تری وفاؤں کا یوں تو کوئی شمار نہیں
مگر مجھے تو ذرا سا بھی اعتبار نہیں

یہ آسمان ، یہ صحرا ، یہ راستے بے سود
کسی کا عشق اگر ذہن پر سوار نہیں

کہاں کا عزم کرے دل کہاں بسے جا کر
دیارِ غیر کا موسم بھی خوشگوار نہیں

بس ایک روز کہا تھا کہ میں تمہاری ہوں
اُس ایک دن سے مجھے خود پہ اختیار نہیں

نمازِ زیست پڑھو گے تو جان جاؤ گے
کہ آدمی کو قضا کا بھی اختیار نہیں

عجیب دور ہے یہ دورِ بدگمانی بھی
یہاں کسی کو کسی کا بھی اعتبار نہیں

یہ کائنات تو قائم ہی پیار سے ہے یاسؔ
یہ غور کر کہ تجھے کیوں کسی سے پیار نہیں

◆

کبھی اِک نظر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی
ہمیں ہم سفر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

مرے دِل کی رہ گزر سے مرے روز و شب میں آ کر
کبھی تم گزر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

کسی رات میرے ہمدم مرے بے سکون دل میں
کبھی تم سحر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

مرے دکھ بھرے فسانے، مرے بے قرار جذبے
کبھی کچھ اثر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

یہ جو چاہ سے سجے ہیں ، انھی راستوں پہ ہمدم
کبھی ہم، سفر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

اسی دشتِ بے اماں میں غم عاشقاں کی خاطر
کوئی پل بسر جو کرتے تو یہ زندگی سنورتی

یہ جو رنجِ لادوا ہیں، یہی تو نشاطِ جاں ہیں
انہیں تم ہنر جو کرتے، تو یہ زندگی سوزتی

◆

ایک لمحہ فقط وصال کا ہو
مجھ پہ جو قرض ماہ و سال کا ہو

ہو محبت کا یا عداوت کا
جو بھی رشتہ ہو بس کمال کا ہو

تجھ سے بس اک سوال ہے میرا
پاس کچھ تو مرے سوال کا ہو

چاندنی رات میں ہو یاد تری
اور پھر سلسلہ خیال کا ہو

اک گھڑی بھی اگر سکون ملے
کوئی لمحہ نہ پھر ملال کا ہو

عشق بس ہو گیا اِک بار گوارا مجھ سے
پھر نہیں ہوگا، نہیں ہوگا دوبارا مجھ سے

دیکھ لوں کیسے کسی اور کے پہلو میں اُسے
یہ نہیں ہوگا، نہیں ہوگا گوارا مجھ سے

کہتا پھرتا ہے محبت کو وہ آزار مگر
کیوں نہیں کرتا ، نہیں کرتا کنارا مجھ سے

پیار تو کرتا ہے اقرار نہیں کرتا وہ
یوں نہیں ہوتا، نہیں ہوتا گزارا مجھ سے

دیکھ لوں اُس کو تو پھر دیکھتی رہ جاتی ہوں
پھر نہیں ہوتا ، نہیں ہوتا اشارہ مجھ سے

◆

دل تو کہتا ہے زمانے سے چھپا لوں تجھ کو
دل کی دھڑکن کی طرح دل میں بسا لوں تجھ کو

دور رہ کر بھی نہ دوری کا ہو احساس مجھے
اس طرح خود میں مری جان سما لوں تجھ کو

تو جو روٹھے کبھی مجھ سے مرے دل کے محرم
ساری دنیا سے خفا ہو کے منا لوں تجھ کو

جب بھی ہو فکر کی پرچھائیں ترے چہرے پر
یہی چاہوں کہ کسی طرح ہنسالوں تجھ کو

تو جو تھک ہار کے لوٹے تو یہی خواہش ہے
پاس ان پلکوں کی چھاؤں میں سلالوں تجھ کو

◆

غموں سے چُور ہے اور قہقہے لگاتی ہے
وہ اپنے آپ کو ایسے بھی آزماتی ہے

خیال رکھتی ہے سب کا خوشی خوشی دن رات
وہ اپنے آپ کو البتہ بھول جاتی ہے

درونِ ذات بھی دنیا ہے اس کے حصے کی
جسے سلا کے وہ دنیا کے کام آتی ہے

نہ جانے کیوں کوئی اندر سے ٹوٹ جاتا ہے
وہ جب بھی جوڑ کے خود کو نیا بناتی ہے

خدا بھی اُس کی محبت پہ جھومتا ہوگا
جب اپنے حصے کا بچوں کو ماں کھلاتی ہے

وہ ایک ماں بھی ہے بیٹی بھی اور بیوی بھی
ہر ایک رشتہ سلیقے سے جو نبھاتی ہے

وہ محفلوں میں تو ہنس ہنس کے ملتی ہے سب سے
مگر اکیلے میں خود کو بہت رلاتی ہے

وہ قید کرتی ہے جگنو کبھی تو مُٹھی میں
وہ تتلیوں سے کبھی رنگ بھی چراتی ہے

وہ روز ہارتی ہے خود کو جیت کر لوگو
اور اپنی ہار کا پھر جشن بھی مناتی ہے

وہ مانگ بیٹھی تھی اک بار زندگی اپنی
اب اس کا قرض وہ شام و سحر چکاتی ہے

مجھے وہ رنج بہت معتبر سے لگتے ہیں
جنھیں سمیٹ کے تو یاسؔ گنگناتی ہے

کب تک کریں گے یادِ مسلسل سے ہم گریز
وہ یاد آرہے ہوں تو پھر یاد کیجئے

◆

خواب کھوجنے والے
بات تولنے والے

کامیاب رہتے ہیں
خود کو ڈھونڈنے والے

کچھ بھی کر نہیں پاتے
صرف سوچنے والے

آج بھی مسافر ہیں
گھر کو چھوڑنے والے

عمر بھر نبھاتے ہیں
خود کو توڑنے والے

خود بکھرتے رہتے ہیں
سب کو جوڑنے والے

یاسؔ کون سُنتا ہے
سب ہیں بولنے والے

◆

مری ہستی مری پہچان ہے تو
سکونِ دل ہے پاکستان ہے تو

خدا کی ہے عطائے خاص تجھ پر
رسولِؐ پاک کا فیضان ہے تو

ترا ہر ایک ذرہ ہے ستارہ
مثالِ سورۂ رحمان ہے تو

نچھاور کیوں نہ کر دوں جان تجھ پر
یقینا دو جہاں کا مان ہے تو

مرے ہر گیت میں تو ہی بسا ہے
مری ہر نظم کا عنوان ہے تو

دعاؤں سے تجھے حاصل کیا ہے
خدا کا اک بڑا احسان ہے تو

◆

مری خاموشیوں سے ڈر رہا ہے
یہ دل اب مجھ سے باتیں کر رہا ہے

مہک اُٹھے ہیں یہ دیوار و در بھی
فقط دو دن وہ میرے گھر رہا ہے

ہزاروں بے گناہوں کا ہے قاتل
جو اپنے آپ سے اب ڈر رہا ہے

کوئی تو بھوک سے جاں ہار بیٹھا
کوئی دولت سے گھر کو بھر رہا ہے

ہمیشہ چاہتیں بانٹی ہیں سب میں
یہی تو جرم میرے سر رہا ہے

محبت کا بڑا منصب ہے لیکن
مقامِ عشق سے کم تر رہا ہے

◆

رابطے ضروری تھے
سلسلے ضروری تھے

چوں کہ ساتھ رہنا تھا
فاصلے ضروری تھے

راہ تھی محبت کی
آبلے ضروری تھے

امن اور محبت کے
قافلے ضروری تھے

یاسؔ خود سے ملنے کے
راستے ضروری تھے

◆

مجھ کو الزام دے رہا ہے وہ
اَن گنت نام دے رہا ہے وہ

عمر بھر انتظار کا انعام
ایک ہی شام دے رہا ہے وہ

ہجر بوؤں بھی اور کاٹوں بھی
کام پر کام دے رہا ہے وہ

روز جیتی ہوں روز مرتی ہوں
اتنے آلام دے رہا ہے وہ

جس کے دم سے ہے زندگی اے یاسؔ
موت کا جام دے رہا ہے وہ

کچھ برا سا مجھ میں ہے
کچھ بھلا سا مجھ میں ہے

اک خلا میں رہتی ہوں
اک خلا سا مجھ میں ہے

میں خدا نہیں لیکن
ہاں خدا سا مجھ میں ہے

باوفا سی لگتی ہوں
بے وفا سا مجھ میں ہے

ہے بہت ہی اچھا وہ
بس بُرا سا مجھ میں ہے

یاسؔ کی طرح کوئی
جابجا سا مجھ میں ہے

عجب سی میری حالت ہو گئی ہے
مجھے خود سے محبت ہو گئی ہے

مری آنکھوں میں ایسے بس گیا وہ
زمانے بھر سے الفت ہو گئی ہے

کسی پر زندگی قربان کر دیں
وہ چاہت ایک حسرت ہو گئی ہے

جو رکھے یاد اُس کو یاد رکھو
محبت اب تجارت ہو گئی ہے

کبھی وحشت تھی جس دیوانگی سے
وہی اب میری قسمت ہو گئی ہے

تمھارے نام سے بھی یاسؔ دیکھو
مجھے کتنی عقیدت ہو گئی ہے

◆

ربطِ باہم جو بڑھاؤ ، تو کوئی بات بھی ہے
اب وفا تم بھی نبھاؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

پیار کا دعویٰ سبھی کرتے ہیں چلتے پھرتے
پیار میں مر کے دکھاؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

صرف دو دن میں ہو محبوب مرے قدموں میں
ایسا تعویذ دلاؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

کہیں الفت کو جلا ملتی ہے ان محلوں سے
بستیاں دل کی بساؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

بھول جاؤ جو مجھے تم یہ بڑی بات نہیں
ہاں مجھے یاد نہ آؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

حاتمِ وقت ہو دنیا سے وفا کرتے ہو
مجھ کو بھی اپنا بناؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

پہلے الفت کا تم اظہار کرو جی بھر کے
اور پھر مجھ کو ستاؤ ، تو کوئی بات بھی ہے

اپنی اوقات کر محبت کی
پھر کوئی بات کر محبت کی

ہاتھ ملتے ہوئے اُسے دیکھوں
تو کوئی گھات کر محبت کی

جان پاؤں میں اپنی ہستی کو
اک ملاقات کر محبت کی

لاکھ باتیں اِدھر اُدھر کی کر
آخری بات کر محبت کی

سارا عالم خوشی سے کھل اُٹھے
ایسی برسات کر محبت کی

نفرتیں بڑھ رہی ہیں دنیا میں
اب تو خیرات کر محبت کی

یاسؔ دشمن ہو تیرا دیوانہ
وہ کرامات کر محبت کی

◆

یہی جانا ہے میں نے انتہا سے
خدا رہتا ہے دِل میں ابتدا سے

خوشی کے ہیں بظاہر لاکھ پہلو
سکوں ملتا ہے بس اُس کی رضا سے

نہ جانے ہو گیا ہے کیا بشر کو
نہیں کچھ سیکھتا اپنی خطا سے

مری قسمت اگر اچھی نہیں ہے
بدل دُوں گی اسے پیہم دعا سے

حیاتِ جاوداں مقصد ہو جن کا
وہ ڈرتے ہی نہیں ہیں پھر قضا سے

خدایا یاسؔ پر اپنا کرم کر
یہ بچ پائے زمانے کی ہوا سے

◆

درد آباد ہم نہیں کرتے
اب تمھیں یاد ہم نہیں کرتے

غمِ جاناں سرور دیتا ہے
کوئی فریاد ہم نہیں کرتے

جب سے جانا، یہ ہے خدا کا گھر
دل کو ناشاد ہم نہیں کرتے

پیار کرتے ہیں مگر پیار میں اب
خود کو برباد ہم نہیں کرتے

قید کر لیں جسے محبت میں
اس کو آزاد ہم نہیں کرتے

شاعری سے سکون ملتا ہے
داد بے داد ہم نہیں کرتے

◆

نوکری سے جو بور ہوتا ہے
وہ کوئی کام چور ہوتا ہے

روکتی کیسے پیار کرنے سے
دل پہ کب اپنا زور ہوتا ہے

ساری دنیا فضول لگنے لگے
جب کبھی وہ کٹھور ہوتا ہے

چاہے کوؤں کے بیچ رہتا ہو
مور تو پھر بھی مور ہوتا ہے

آخری سانس کی خموشی میں
زندگی بھر کا شور ہوتا ہے

شعر کہتی ہے یاسؔ جس کے لیے
شاعری سے وہ بور ہوتا ہے

◆

آغاز ہی کو انجام سمجھ
تو صبح کو اپنی شام سمجھ

سچ کہنا بھی ، سچ سُننا بھی
ہے بے حد مشکل کام سمجھ

جو پایا ہے وہ کھونا ہے
تقدیر اِسی کا نام سمجھ

کچھ بھی تو یہاں انمول نہیں
ہوتے ہیں سب کے دام سمجھ

جو دل کے فاتح ہوتے ہیں
تو ان کو مت ناکام سمجھ

گزرے جو خدمت میں سب کی
اس وقت کو تو آرام سمجھ

◆

اس ایک خواب کی تعبیر میں زمانے لگے
کہ اس کا نام مرے ساتھ ساتھ آنے لگے

ذرا وہ دیکھے تو سج جائے کائنات مری
وہ گنگنائے تو یہ کائنات گانے لگے

نجانے کیوں مری دھڑکن کا شور بڑھتا ہے
وہ جب قریب مرے آ کے مسکرانے لگے

وہ پاس ہو تو سما جائے زندگی مجھ میں
وہ دور ہو تو مری جان جیسے جانے لگے

وہ پیار کرتا ہے لیکن اب اس قدر بھی نہیں
کہ روٹھ جاؤں میں اس سے تو وہ منانے لگے

اسی لیے تو میں اظہار کر نہیں پائی
کہیں وہ اور زیادہ نہ اب ستانے لگے

اکیلی تو ہی نہیں یاسؔ مرنے والوں میں
وہ لوگ کم نہیں جو پیار میں ٹھکانے لگے

◆

نظر آتی نہیں ہیں چاہتیں کیوں
دلوں میں پل رہی ہیں نفرتیں کیوں

نہاں ہے ذات کا عرفان جن میں
انھی سجدوں میں اتنی لغزشیں کیوں

اگر جانا ہے خالی ہاتھ سب کو
حصولِ زر کی اتنی خواہشیں کیوں

جو ہیں پیدائشی رشتے اُنھی میں
نجانے اس قدر ہیں رنجشیں کیوں

خدایا سادگی تیری رضا ہے
ہمیں بھاتی ہیں پھر آسائشیں کیوں

◆

یہ جو ضبط ہے تو کیوں ہے، کوئی آس ہے تو کیوں ہے
کسی دکھ میں راحتوں کی ، مجھے پیاس ہے تو کیوں ہے

دلِ ناتواں سے کہنا نہ گنوائے اپنے آنسو
کسی بے وفا کی خاطر یہ اداس ہے تو کیوں ہے

مرے چارسو ہیں خوشیاں ، مرے چار سو بہاریں
مگر اک جہانِ غم ہی مجھے راس ہے تو کیوں ہے

مرا ہاتھ تھام کر جب مجھے زندگی کہا تھا
ترے ساتھ کا وہ لمحہ مرے پاس ہے تو کیوں ہے

کبھی نظم کہہ رہی ہے ، کبھی گیت لکھ رہی ہے
یہ جو خبط شاعری کا تجھے یاسؔ ہے تو کیوں ہے

◆

زندگی کا جسے اَرمان نہیں ہوتا ہے
آپ کچھ بھی کہیں انسان نہیں ہوتا ہے

دوسروں کے لیے آزار ہی بن جاتے ہیں
جن کا ایمان بھی ایمان نہیں ہوتا ہے

رہزنوں سے بھی جو درپردہ تعلق رکھے
قافلے کا وہ نگہبان نہیں ہوتا ہے

خود کو قربان کرے پیار کو زندہ رکھے
اب محبت میں یہ پیمان نہیں ہوتا ہے

یاد چپکے سے تری آ کے رُلاتی ہے مجھے
درد کا جب کوئی امکان نہیں ہوتا ہے

آنکھوں آنکھوں میں کہی بات سمجھ ہی نہ سکے
کوئی دِل اتنا بھی نادان نہیں ہوتا ہے

بھیگنے لگتی ہیں آنکھیں مری ہنستے ہنستے
دِل مرا جب بھی پریشان نہیں ہوتا ہے

شرم کا میں اسے احساس دلاؤں کیسے
ڈھیٹ اتنا ہے پشیمان نہیں ہوتا ہے

◆

خوشیوں کے رنگ گھرے
کیا دن تھے وہ سنہرے

مرجھا گئے ہیں کیوں کر
کچھ پھول جیسے چہرے

سوچوں کی چوکھٹوں پر
کج فہمیوں کے پہرے

دل سے لگا لیے ہیں
دو چار زخم گہرے

کم علم آدمی تو
دھرتی کا بوجھ ٹھہرے

قصے کہانیاں ہیں
انصاف کے کٹہرے

اے یاسؔ اپنے حاکم
اندھے ہیں اور بہرے

◆

کوئی جواب نہیں تیرا لاجواب ہے تو
کہ اک حسین تخیل ہے ایک خواب ہے تو

تیرا وجود سمٹتا کہاں ہے لفظوں میں
کوئی مثال نہیں جس کی وہ شباب ہے تو

تری مہک سے معطر ہیں بام و در دل کے
بھری بہار کا ایسا ہی اِک گلاب ہے تو

سمجھ سمجھ کے پڑھوں گی میں عمر بھر تجھ کو
مرے وجود پہ اُتری ہوئی کتاب ہے تو

تجھے تو یاس سبھی پڑھ کے بھول جاتے ہیں
کسی کتاب کا شاید کہ انتساب ہے تو

◆

کہتی ہے مجھ سے بادِ صبا ، آج اُس سے مل
ہو جائے گا وہ آج ترا ، آج اُس سے مل

اس کے بغیر اب تو کسی پل سکوں نہیں
بے کل بہت ہے دل کی فضا ، آج اُس سے مل

شاید ہو مہربان وہ شاید وفا کرے
شاید وہ ملتفت ہو ذرا ، آج اُس سے مل

موسم بھی ہے حسین، مرا دل بھی شاد ہے
موسم بھی دے رہا ہے صدا، آج اُس سے مل

حسن جہاں کا لطف ہے اپنی جگہ اہم
مجھ کو تو ہے اسی کا نشہ، آج اس سے مل

خوابوں میں بس گیا ہے محبت کا اک شہر
ہوجائے کل کہیں نہ فنا، آج اس سے مل

دل میں ہزار غم ہیں مگر یاسمین یاسؔ
دوری کا دکھ ہے سب سے سوا، آج اُس سے مل

رتجگوں سے ہے آشنائی کیوں
چاند تاروں تلک رسائی کیوں

اک جنوں کیوں سوار ہے سر پر
ہر گھڑی خود سے ہے لڑائی کیوں

درد، وحشت اور آبلہ پائی
عشق میں اس قدر کمائی کیوں

جب محبت ہے دائمی رشتہ
ایسے رشتے میں پھر جدائی کیوں

اس قدر بے حسی کے عالم میں
اک غزل یاسؔ کی سنائی کیوں

◆

ہر تعلق گنوا کے دیکھو تو
اس کو اپنا بنا کے دیکھو تو

کیا کہا مانتا نہیں ہے وہ
خود کو اُس پر مٹا کے دیکھو تو

اپنی ہستی کا راز پا لو گے
اُس سے نظریں ملا کے دیکھو تو

تیرگی ختم ہو بھی سکتی ہے
آگ خود کو لگا کے دیکھو تو

عارضی ہے مگر اُسی کا ہے
اس جہاں کو بسا کے دیکھو تو

وہ ہی وہ ہو گا سر بسر تم میں
یاسؔ خود کو بھلا کے دیکھو تو

◆

چلو جذبات کی بارہ دری پھر سے سجاتے ہیں
چلو انکار سے اقرار کی سرحد بناتے ہیں

محبت ہی محبت ہو زمیں سے آسمانوں تک
عداوت اور نفرت کو زمانے سے بھگاتے ہیں

عداوت چھوڑ دیتے ہیں دلوں کو توڑنے والی
رقابت اور ریاکاری کو جڑ سے ہی مٹاتے ہیں

وہ غافل ہے نہ بے پروا، دلوں کی بات سنتا ہے
وہ سب کچھ جانتا ہے ہم جو خود سے بھی چھپاتے ہیں

کریں کوشش پھر اُس کے بعد سب کچھ چھوڑ دیں اُس پر
چلو ایمان کا یہ سلسلہ پھر سے جگاتے ہیں

◆

تجھ سے بڑھ کر نہ گوہر نہ الماس ہے
میری چاہت ہے تو میرا احساس ہے

کیوں یہ محسوس ہوتا ہے اب ہر گھڑی
میں ترے پاس ہوں، تو مرے پاس ہے

تیری الفت میں گزرے مری زندگی
ایک ہی آرزو، ایک ہی آس ہے

یہ ہے مطلب کی دنیا، محبت یہاں
کب تجھے راس ہے، کب مجھے راس ہے

جب سے خود کو خدا کے حوالے کیا
کس قدر مطمئن یاسمیں یاسؔ ہے

◆

کبھی اتفاقاً ملاقات کی
تو رسماً ہی اُس نے کوئی بات کی

یہ بزمِ محبت ہے تم کو یہاں
اجازت نہیں ہے سوالات کی

ستم پر ستم ایسے کرتا ہے وہ
گھٹا جیسے برسے ہے برسات کی

تری جستجو میں تو اے جانِ جاں
حدیں پار کر لیں مناجات کی

اب ایسی بھی کیا بدگمانی صنم
''نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی''

غرض یاسؔ کیا مجھ کو دنیا سے ہو
میں رکھتی ہوں دولت خیالات کی

◆

مسکراتے چہروں پر کیوں خوشی نہیں ملتی
ڈھونڈنے سے بھی دیکھو زندگی نہیں ملتی

جابجا ہے تنہائی ، جابجا ہے تاریکی
اور دیا جلانے سے روشنی نہیں ملتی

کیا خلوص کی باتیں، کیوں وفا کی تاویلیں
دوستوں میں بھی اب تو دوستی نہیں ملتی

پیار و یار کرنا تو ہر کسی کی عادت ہے
ہاں مگر محبت میں بندگی نہیں ملتی

نفرتوں کی تاریکی جن دلوں میں بس جائے
اُن کو پھر محبت کی چاندنی نہیں ملتی

ظلمتوں کی آندھی میں گرد گرد چہروں کو
رہزنی تو ملتی ہے، رہبری نہیں ملتی

بات نامناسب ہے پر یہی حقیقت ہے
عاشقوں میں بھی اب تو عاشقی نہیں ملتی

◆

تمہارے پیار میں حد سے گزر کے دیکھیں گے
یہ دیکھ لینا محبت میں مر کے دیکھیں گے

یہ آزمائشیں کیا کچھ بگاڑ سکتی ہیں
ہر امتحانِ جہاں سے گزر کے دیکھیں گے

کہاں کہاں وہ سنبھالے گا ہم کو چاہت میں
یہاں وہاں جو کبھی ہم بکھر کے دیکھیں گے

یہ دیکھنا ہے وہ کرتا ہے کس قدر شکوے
تمام وعدوں سے اپنے مکر کے دیکھیں گے

ہر ایک شخص یہ کہتا ہے بحرِ الفت کے
بھنور میں ڈوب تو لیں پھر اُبھر کے دیکھیں گے

◆

خیال مٹ کے رہ گئے، گمان مٹ کے رہ گئے
تو کیا ہوا وفا کے سب نشان مٹ کے رہ گئے

ستم کی آندھیاں چلیں، تو دیکھتے ہی دیکھتے
مکین مٹ کے رہ گئے، مکان مٹ کے رہ گئے

محبتوں کی آگ میں وفا کی بستیاں جلیں
جلے ہوئے ہیں بام و در، مچان مٹ کے رہ گئے

یہ کہہ رہا تھا سنگدل کہ عشق ہے بُری بلا
نظر نظر سے کیا ملی، بیان مٹ کے رہ گئے

نجانے یاس کیا ہوا ، خوشی بھی روٹھ سی گئی
کہ تھے جو زندگی کے سائبان مٹ کے رہ گئے

◆

خدا ہے ہر جگہ ، یہ جان لو تم
اُسی کو اپنا سب کچھ مان لو تم

نکالے گا وہی مشکل سے اک دن
کسی کا کیوں بھلا احسان لو تم

وفا ہو سکتا ہے ہر ایک وعدہ
ضروری ہے کہ دِل سے ٹھان لو تم

کبھی تو وقت کی آنکھوں کو پڑھ لو
کبھی تو رازِ ہستی جان لو تم

یہیں کل لوٹ کر آنا ہے تم کو
مرے دیوار و در پہچان لو تم

◆

سارے دن اور نہ رات بھر ہو گی
بات جب ہو گی مختصر ہو گی

فیصلہ یہ بھی تم کو کرنا ہے
بات مقصد پہ کس قدر ہو گی

جب سمجھ لو گے اپنی ہستی کو
زندگی تب سے معتبر ہو گی

سچ ہی سچ ہو جو ہمسفر اپنا
ہر گھڑی چین میں بسر ہو گی

کیوں نہ یہ فیصلہ کریں مل کر
جنگ تیرے نہ میرے گھر ہو گی

سب سے خود کو چھپا کے رکھتے ہو
تم کو اپنی تو کچھ خبر ہو گی

◆

اِک خیالی ہم نشیں سے جی لگانا یاد ہے
پیار کی معصومیت کا وہ زمانہ یاد ہے

ہاں میں ناکامِ محبت ہوں، شکستہ دل نہیں
جو ادھورا ہی رہا ہے وہ فسانہ یاد ہے

ہر تعلق مٹ گیا ہے اہلِ دنیا سے مِرا
تجھ سے وابستہ مگر رشتہ پرانا یاد ہے

کس قدر پُرلطف لمحے تھے وہ یادِ یار کے
درد کا آنسو میں ڈھل کر مسکرانا یاد ہے

اک بہانہ ہے محبت کو بھلانے کا خیال
آج بھی دنیا کو لیکن یہ بہانہ یاد ہے

اس قدر پُرزور تھا سوزِ محبت کا اثر
یاسؔ بحرِ غم میں اپنا ڈوب جانا یاد ہے

◆

ایک تصویر میں نے بنائی تو ہے
آج پھر دل کی دنیا سجائی تو ہے

پھر وہی خواب ہیں پھر وہی رتجگے
بے قراری مجھے راس آئی تو ہے

دُھوپ اور چھاؤں کا ڈر نہیں ہے مجھے
ساتھ میرے خدا کی خدائی تو ہے

تم مجھے مل گئے، زندگی مل گئی
ہر خوشی تک مری اب رسائی تو ہے

سرخیاں آنکھ میں، آبلے پاؤں میں
عمر بھر کی مری یہ کمائی تو ہے

چوٹ کھا کر بھی جو مسکراتے رہیں
عشق والوں میں یہ اک برائی تو ہے

◆

اقرار تو کرتے
اظہار تو کرتے

کیا پیار نہیں تھا
انکار تو کرتے

اُلفت کا سمندر
وہ پار تو کرتے

میں مان ہی جاتی
اصرار تو کرتے

وہ آرزوئے یاسؔ
اِک بار تو کرتے

بہت جی چاہتا ہے ساری دنیا کو بتاؤں میں
محبت کیسے کرتے ہیں یہ گُر سب کو سِکھاؤں میں

عجب رشتہ ہے الفت کا، عجب اس کے کرشمے ہیں
جو اُس کے دل میں ہوتا ہے نگاہوں سے سناؤں میں

شرارت سے وہ کہتا ہے بہت رنگین موسم ہے
اجازت ہو تو ملنے کو تمھارے پاس آؤں میں

کسی کی یاد میں گزرے ہوئے پل حاصلِ جاں ہیں
یہی اب میرا سب کچھ ہیں، یہی سب کو بتاؤں میں

بہت ہی معتبر ٹھہروں گی میں اپنے قبیلے میں
کروں اوروں سے نیکی اور خود ہی بھول جاؤں میں

عجب منزل ملی ہے مجھ کو چاہت اور الفت کی
فراق و ہجر کے لمحوں میں پیہم مسکراؤں میں

◆

اِک انوکھی ہوئی خطا اب کے
بے وفا ہو گئی وفا اب کے

زخم کھِلنے لگے بہاروں میں
دل سے نکلی ہے کیا دعا اب کے

ہو بقا دائمی ، فنا کے بعد
عشق وہ راستہ دکھا اب کے

عمر بھر وہ نہ بھول پائے مجھے
اُس کو مل جائے یہ سزا اب کے

رب سے مانگا تو بس اُسے مانگا
مسکرایا بہت خدا اب کے

جس کو پانے کی جستجو تھی بہت
اس کو پا کے بھی کیا ملا اب کے

مان تھا زندگی مجھے تجھ پر
اور تو ہوگئی خفا اب کے

◆

اُسے اقرار کی ضد ہے
مجھے انکار کی ضد ہے

سما جائے مرے من میں
کسی کے پیار کی ضد ہے

وہی چہرہ ہو نظروں میں
یہی دیدار کی ضد ہے

مسلسل ہو طواف اُس کا
مرے دلدار کی ضد ہے

کبھی تو جیت کی ضد تھی
مگر اب ہار کی ضد ہے

◆

ہم سفر وہ بنے تو پوری ہوں
ورنہ ہر گام پر ادھوری ہوں

اس لیے قدر ہی نہیں کرتا
جانتا ہے کہ جی حضوری ہوں

اُس نے صدیوں کے بعد یہ جانا
چند لمحوں کی ایک دوری ہوں

مجھ میں گاتی ہے کوئی نور جہاں
ایسا لگتا ہے میں قصوری ہوں

وہ سمجھتا ہے وہ ضروری ہے
میں سمجھتی ہوں میں ضروری ہوں

◆

آنکھوں سے آنکھیں چار کریں
پھر پیار کا ہم اظہار کریں

دل عشق سمندر جیسا ہے
یہ بیچ بھنور اقرار کریں

دکھ درد مٹانے کی خاطر
خوشیوں کا کاروبار کریں

جو پاس نہ رکھے وعدوں کا
کیوں اُس پہ بھروسا یار کریں

وحشت کے عالم میں توبہ
کس طرح کسی سے پیار کریں

گزری ہے قیامت لوگوں پر
اور واویلا سرکار کریں

یہ جرم ، جرمِ سیاست نہیں تو پھر کیا ہے
یہ زہر، زہرِ عداوت نہیں تو پھر کیا ہے

ضمیر بکنے لگے اونچی بولیوں کے عوض
یہ عہد، عہدِ تجارت نہیں تو پھر کیا ہے

مٹا رہا ہے کوئی جبر سے صداقت کو
یہ ظلم و جبر کی طاقت نہیں تو پھر کیا ہے

کسی کو حق ہی نہیں دِل کی بات کہنے کا
یہ دور، دورِ قیامت نہیں تو پھر کیا ہے

بس ایک ناں سے مٹا ڈالا ظلمتوں کو یاسؔ
یہ رسم، رسمِ بغاوت نہیں تو پھر کیا ہے

◆

اب محبت کی طلبگار نہیں ہو سکتی
روز مرنے کی روادار نہیں ہو سکتی

کتنی مشکل سے نکالا تھا ہر اِک مشکل کو
پھر سے جینے کی سزاوار نہیں ہو سکتی

مار دیتی ہے جو انسان کے اندر کا وجود
ایسی نفرت کی گنہگار نہیں ہو سکتی

خوابِ غفلت کا مزا لُوٹنے والی یہ قوم
ایسا لگتا ہے کہ بیدار نہیں ہو سکتی

مفلسی کو جو سمجھتی ہو کہ مجبوری ہے
ایسی خلقت کبھی خوددار نہیں ہو سکتی

◆

کسی کی یاد میں ایسا بھی حال کیا کرنا
کہ جو ملا نہیں اس کا ملال کیا کرنا

اب ایسا کیا ہے کہ تم جان ہار بیٹھے ہو
ذرا سے ہجر پہ خود کو نڈھال کیا کرنا

وہ میری جان، مری زندگی کا حاصل ہے
بغیر اس کے خوشی کا سوال کیا کرنا

اسے بھلانا بڑی بات تو نہیں پھر بھی
اسے بھلانے کا اے دل، کمال کیا کرنا

یہ زندگی تو فقط روگ بن گئی ہے یاسؔ
دلِ تباہ کا ہر پل خیال کیا کرنا

◆

جفا کر کے وفا پر مسکرانا
سلگتی آگ سے گلشن سجانا

ترا ہی کام ہے، اے جانِ جاں یہ
لگا کر آگ پھر خود ہی بجھانا

دکھا کر راستے سب آگہی کے
مری اُلفت سے پھر دامن چُھڑانا

مٹا دوں اپنی ہستی خامشی سے
بڑا پُر لطف ہے جاں کو جلانا

اُجاڑا اس طرح دیوانگی نے
نہ کوئی گھر ، نہ کوئی ہے ٹھکانہ

◆

بہت چپ چپ سے ہیں دل کے در و دیوار آجاؤ
اذیت میں اکیلے پن سے ہیں بیزار آجاؤ

تمہاری یاد آتی ہے تو یہ سانسیں اکھڑتی ہیں
سہا جاتا نہیں اب جان کا آزار آجاؤ

بہت شکوے ہیں تم کو اور بہت ناراض ہو مجھ سے
مٹا ڈالوں گی ہر شکوہ ، فقط اک بار آجاؤ

ہوائیں سرسراتی ہیں جگر میں ہوک اُٹھتی ہے
گھٹائیں بھی برسنے کو ہیں اب تیار آجاؤ

کبھی ساون کی بارش میں کبھی تپتی دوپہروں میں
ہر اک موسم میں راحت کا ہو تم اظہار آجاؤ

خود اپنے آپ سے اب لڑتے لڑتے تھک گئی ہوں میں
کہ راہِ بے نشاں پر چلتے چلتے تھک گئی ہوں میں

ہزاروں سینکڑوں برسوں میں اک لمحہ محبت کا
عذابِ بیکراں کو سہتے سہتے تھک گئی ہوں میں

ہر اک خواہش کسی کی کب کبھی پوری ہوئی جاناں
دل مضطر کو قائل کرتے کرتے تھک گئی ہوں میں

محبت مل بھی جاتی پھر بھی ممکن تھا نہ راس آتی
سزاؤں کو جزا اب کہتے کہتے تھک گئی ہوں میں

محبت ہی نہیں جب یاسؔ تو انکار ہو واضح
کہ گھڑیاں آس کی اب گنتے گنتے تھک گئی ہوں میں

◆

اس دل کو ابھی درد سجانے نہیں آئے
آنکھوں کو برسنے کے بہانے نہیں آئے

میں تیرے لیے تاج محل شوق سے لکھتی
لفظوں کے نگر مجھ کو بسانے نہیں آئے

یہ سوچ کے روٹھی تھی وہ آئیں گے منانے
بس دکھ تو یہی ہے وہ منانے نہیں آئے

مانا کہ محبت کے امیں ہو نہ سکے ہم
وہ بھی تو کوئی دیپ جلانے نہیں آئے

دریائے محبت میں جو ڈوبوں تو ہے خواہش
اس وقت مجھے کوئی بچانے نہیں آئے

◆

کئی دنوں سے محبت میں ایسا حال سا ہے
تمھاری یاد کا کچھ میرے دل میں کال سا ہے

کبھی تو فخر سے ہوتا تھا ذکر مہر و وفا
اور اب خلوص کے رشتوں پہ کچھ ملال سا ہے

تو کیا جہان میں باقی نہیں ہے رسمِ وفا
وفا پرست زمانے سے اک سوال سا ہے

کہیں نہیں ہو مگر پھر بھی چار سو تم ہو
تمھارا ہجر بھی میرے لیے وصال سا ہے

جہاں بھی جاؤں مرے ساتھ ساتھ رہتے ہو
تمھارے پیار کا ہر سمت ایسا جال سا ہے

بہت ہی اچھا ہے دل کا یہ جانتی ہوں یاسؔ
اگرچہ چہرے پہ اس کے بہت جلال سا ہے

◆

ہر بار یہ خود سے عہد کریں گے خود کو ہم سمجھائیں گے
وہ سامنے بھی آجائے تو ہم پاس نہ اُس کے جائیں گے

وہ آئے نظر تو دیکھتے ہی دل بے قابو ہو جاتا ہے
قدموں کو تو ہم روکیں گے مگر یہ نین کہاں رک پائیں گے

اس عشق کی منطق بھی ہے عجب جسے چاہا بس اُس کے ہی رہے
قربت نہ میسر ہو اُس کی ، تو خوابوں میں کھو جائیں گے

آئینِ محبت دنیا میں کچھ ہم پر لاگو ہو بھی گیا
دیدار اگر ممکن نہ ہُوا ، دل یادوں سے بہلائیں گے

اس دل کی تڑپ بڑھتے بڑھتے گر جان کو آئی بھی تو کیا
ہم جان کا صدقہ دے دیں گے اور اُن پہ فدا ہو جائیں گے

◆

میری آنکھوں میں جب بھی دیکھو تم
میں کہاں ہوں مجھے بھی ڈھونڈو تم

ہر گھڑی درد پالنے والو
اپنے بارے میں کچھ تو سوچو تم

کیسے ہو تم یہ جان لو خود ہی
کیوں کسی اور سے یہ پوچھو تم

کوئی نفرت سے گر کبھی دیکھے
مسکراہٹ کے پھول بھیجو تم

بیج راحت کے بوتے جاؤ فقط
کیا خبر کب کہاں سے گزرو تم

بے سبب بات مت کسی سے کرو
کوئی مانگے تو مشورہ دو تم

پھینک دو بدگمانیاں ساری
صرف امید دل میں رکھو تم

کتنی آسانیاں ملیں گی یاسؔ
درگزر سے جو کام لے لو تم

◆

دل کا گلشن جلا دیا ہم نے
آج تجھ کو بھلا دیا ہم نے

اب تو رونا ترا مقدر ہے
دل کو باور کرا دیا ہم نے

عمر بھر نیند اب نہ آئے گی
درد ایسا جگا دیا ہم نے

جھانکتا ہی نہیں ہے وہ گھر میں
جب سے مالک بنا دیا ہم نے

اک بھرم رہ گیا تھا یاسؔ مگر
رو کے وہ بھی گنوا دیا ہم نے

◆

یہ ہے آرزو نہ ملے کبھی ، تجھے کوئی غم ، تجھے کوئی دکھ
تری عمر گزرے بہار میں ، ہوں ترے نصیب میں سکھ ہی سکھ

کوئی لمحہ رنج کا، فکر کا ، کبھی آ سکے نہ ترے قریں
کبھی دھوپ آئے نہ راہ میں ،ملیں تجھ کو چھاؤں کے سکھ ہی سکھ

کوئی پھول ہے تو گلاب کا، کہ ہے تازہ جھونکا بہار کا
تری طرح کا نہیں دوسرا کوئی چاند جیسا حسین مکھ

ہے عجیب کھیل نصیب کا ، نہ سمجھ سکا کوئی آج تک
کوئی راحتوں کا امین ہے تو کسی کے پاس ہیں دکھ ہی دکھ

جسے مانگتی ہوں دعاؤں میں ، جسے کھوجتی ہوں فضاؤں میں
وہی ہم سفر ہو اگر مرا، کوئی دکھ مجھے نہ لگے گا دکھ

◆

روگ بھی پالے جا سکتے ہیں
خُوب سنبھالے جا سکتے ہیں

ہلکی سی مسکان سجا کر
دکھ بھی ٹالے جا سکتے ہیں

چکنی چُپڑی باتیں کر کے
کام نکالے جا سکتے ہیں

اچھے کاموں کے مرہم سے
روح کے چھالے جا سکتے ہیں

مظلوموں کی آہ نہ لینا
عرش پہ نالے جا سکتے ہیں

نیکی کرنے والوں کے سر
جرم بھی ڈالے جا سکتے ہیں

علم اگر تلوار بنے تو
تیر اور بھالے جا سکتے ہیں

بڑھ جائے تاریکی تو پھر
خواب اُجالے جا سکتے ہیں

سجنے لگی ہے بزمِ محبت
آنکھوں والے جا سکتے ہیں

◆

جب محبت کا ہو سفر صاحب
تو کہاں اپنی کچھ خبر صاحب

جان دینا بڑی سعادت ہے
کس لیے یہ، اگر مگر صاحب

بات دل کی بتا سکے جو انھیں
ڈھونڈیے ایسا نامہ بر صاحب

درد ان کا بیاں کروں کیسے!!
جن کا ہوتا نہیں ہے گھر صاحب

کب بہلتا ہے صرف لفظوں سے
عشق تو مانگتا ہے سر صاحب

میں بھی اڑنے لگوں ہواؤں میں
کاش لگ جائیں مجھ کو پر صاحب

پارسائی کا ہے جنھیں دعوی
دل کو لگتا ہے ان سے ڈر صاحب

دل پہ جاکر نہ کیوں لگیں آخر !
میری باتوں میں ہے اثر صاحب

ایک ہی بار تھوڑی ہوتا ہے
عشق ہوتا ہے عمر بھر صاحب

◆

تو جو مل جائے تو تقدیر سنور سکتی ہے
میرے ہر خواب کی تعبیر سنور سکتی ہے

ذکر تیرا جو کبھی میرے قلم سے نکلے
ایک اک حرف کی تاثیر سنور سکتی ہے

پیار ہی پیار ہو الفت کے جزیروں پہ اگر
درد کے ماروں کی جاگیر سنور سکتی ہے

ہجر رقصاں ہو اگر عشق کے چوباروں پر
پھر کہاں وصل کی تدبیر سنور سکتی ہے

خود شناسی پہ اگر آج بھی ہم کام کریں
آج بھی قوم کی توقیر سنور سکتی ہے

مسکراہٹ کا قرینہ اسے مل جائے تو یاسؔ
غم سے لپٹی ہوئی تصویر سنور سکتی ہے

دیکھ قلندر، ایک سمندر میرے اندر
موسیٰ کیا؟ فرعون , سکندر میرے اندر

جب سے دنیا دار ہوئی ہوں لگتا ہے
ناچ رہا ہے پاگل بندر میرے اندر

رشتوں کی بے نام اذیت کیا بتلائیں
پل پل جیسے چُبھتا خنجر میرے اندر

پیار کی تم اک چلتی پھرتی مورت ہو
نفرت کے ہیں سارے کنکر میرے اندر

ہر پل اک احساس خوشی کا رہتا ہے
کعبہ ہے یا کوئی مندر میرے اندر

اپنی دنیا آپ بنائے رکھتی ہوں
رہتا ہے اک مست قلندر میرے اندر

◆

ہوش لکھوں نہ بے خودی لکھوں
عشق کو کیوں نہ آگہی لکھوں

حاصلِ زندگی اگر پوچھو
دوستوں کی میں دوستی لکھوں

میری تکمیل کے مراحل میں
ہے فقط آپ کی کمی لکھوں

پھول کے یا دھنک کے رنگوں سے
تیرے لہجے کی چاشنی لکھوں

جھوٹ کو جھوٹ کہہ سکوں میں بھی
اور اندھیرے کو تیرگی لکھوں

کوئی تو اس طرح سے پیارا ہو
جس کو میں اپنی زندگی لکھوں

کامیابی کا راز لکھوں تو
ایک ہی لفظ عاجزی لکھوں

اتنا لکھوں کہ ہوں بہت خوش میں
اور ہے آنکھ میں نمی لکھوں

میں کہاں فلسفہ کہاں اے یاسؔ
جب بھی لکھوں تو شاعری لکھوں

◆

یہ جو بھرپور زندگانی ہے
دوستوں ہی کی مہربانی ہے

تم نے دیکھا ہے اک نئے رخ سے
ورنہ تصویر تو پرانی ہے

جب میسر ہے ہر خوشی مجھ کو
کس لیے آنکھ میں یہ پانی ہے

لاکھ سمجھاؤ، لاکھ اسے ٹوکو
دل نے کب کس کی بات مانی ہے

اتنا رویا وہ میری بپتا پر
جیسے خود اس کی یہ کہانی ہے

بھول جانا، معاف کردینا
عمدہ اخلاق کی نشانی ہے

رب کا پرتو ہے یہ جہاں بھی تو
جس کو کہتے ہو دارِ فانی ہے

صرف اللہ سے دعا مانگے
جس کو دل کی مراد پانی ہے

سچ کا رستہ نہیں کوئی آساں
کیا بھلا یہ غلط بیانی ہے

منزل اس کی پہنچ سے دور نہیں
جس نے منزل کی دل سے ٹھانی ہے

کیوں نہ حق کے لیے فدا کردوں
جان تو یاسؔ آنی جانی ہے

تجھے خبر ہی نہیں چاہنے والے تیرے
یاد کرتے ہیں تجھے اور جئے جاتے ہیں

◆

دور رہتے ہیں روشنی سے بہت
وہ جو ڈرتے ہیں آگہی سے بہت

جان دیتے ہیں اس لئے تم پر
پیار کرتے ہیں زندگی سے بہت

خود نمائی جنھیں پسند نہیں
وہ تو رہتے ہیں سادگی سے بہت

جن کا شیوہ ہو دشمنی کرنا
خوف کھاتے ہیں دوستی سے بہت

میں نے سیکھا تو بس یہی سیکھا
صبر بڑھتا ہے تشنگی سے بہت

دل کی وحشت بھی ایک وحشت ہے
خود میں رہتی ہے بےبسی سے بہت

مار ڈالے گی یہ خلش مجھ کو
اس نے دیکھا ہے بےرخی سے بہت

ہوش والے بھی یاسؔ دنیا میں
کام لیتے ہیں بےخودی سے بہت

◆

غم کا پیمانہ چاہیے تھا بس
یعنی میخانہ چاہیے تھا بس

عشق کی داستان کیا لکھتی
اس کو افسانہ چاہیے تھا بس

اس جہانِ خراب کی خاطر
ایک دیوانہ چاہیے تھا بس

بے وفا سے وفا نہیں ملتی
دل کو سمجھانا چاہیے تھا بس

کب سے وحشت سوار ہے دل پر
اس کو مر جانا چاہیے تھا بس

دختر نیک تم بھی کہلاتیں
تم کو شرمانا چاہیے تھا بس

غم غلط یاسؔ سارے ہو جاتے
ایک ویرانہ چاہیے تھا بس

◆

کب یہ ہوتا ہے زندگانی میں
ایک ہی شخص ہو کہانی میں

بس محبت لکھا سرِ ساحل
آگ سی لگ گئی تھی پانی میں

عمر ساری گزر گئی اپنی
بے یقینی میں بدگمانی میں

اک محبت ہی مل سکی مجھ کو
اپنے اجداد کی نشانی میں

وہ تھے چپ چپ اور ہم نے یاسؔ
جانے کیا کیا کہا روانی میں

◆

غموں کی ہم نمائش کیا کریں گے
خود اپنی آزمائش کیا کریں گے

ترستے ہوں جو اِک روٹی کی خاطر
کھلونوں کی وہ خواہش کیا کریں گے

وہ جن کی چھت ہو بارش میں ٹپکتی
وہ ساون کی ستائش کیا کریں گے

جنھیں آوارگی راس آ گئی وہ
کسی گھر میں رہائش کیا کریں گے

مٹی میں کھیلنے سے مجھے روکتی تھی ماں
خود سو رہی ہے خاک کی چادر لپیٹ کر

◆

آنسوؤں کو سنبھال رکھا ہے
یعنی محشر کو ٹال رکھا ہے

دل سا دشمن بھی کیا کوئی ہوگا
دل کے دشمن کو پال رکھا ہے

کود جاتا ہے آگ میں یکدم
عشق میں یہ کمال رکھا ہے

پیچ دیتے ہیں ہم خدا کو بھی
ہم نے مذہب کو ڈھال رکھا ہے

جانے کب اس کے دل پہ دے دستک
ایک سکہ اچھال رکھا ہے

میری بے چینیاں بتاتی ہیں
دل میں کیا کیا وبال رکھا ہے

یاسؔ رہتی ہوں مطمئن یوں بھی
خود سے "میں" کو نکال رکھا ہے

قطعہ

تمھارے بن تو خود سے بھی نہیں ہوتیں ملاقاتیں
نہ بھائیں اب سنہرے دن، نہ بھائیں چاندنی راتیں

تمھارا ساتھ ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں
وگرنہ بے مزہ ہیں پھول ، خوشبو اور برساتیں

آپ کی یاد اور تنہا
کیسے تنہا رہا کرے کوئی

نعت

مری زندگی ، مری بندگی
ہوں حضور سے میں حضور کی
میں محمدی ، میں محمدی

وہ عروج ہو یا زوال ہو
مجھے صرف اُنؐ کا خیال ہو
میرا ہوش بھی مری بے خودی
میں محمدی ، میں محمدی

مرا ضبط بھی ہے جنون بھی
مری ہر گھڑی کا سکون بھی
مرا غم بھی وہ مری ہر خوشی
میں محمدی، میں محمدی

مری روح اُنؐ کا ہی نام لے
مری چاہتوں کا پیام دے
مری پہلی پہلی وہ عاشقی
میں محمدی ، میں محمدی

مری دھڑکنوں کا سُرور ہے
وہی جلوہ بھی وہی طور ہے
وہی نور ، نورِ مجسمی
میں محمدی ، میں محمدی

ہمیں رب سے جس نے ملا دیا
رہ حق پہ چلنا سکھا دیا
وہی آسرا، وہی روشنی
میں محمدی ، میں محمدی

کچھ باتیں خواب ہی رہتی ہیں

وہ ساری باتیں خواب ہوئیں
جب تم کو صبا کے جھونکے سے
پیغام ہمارا ملتا تھا
اُٹھتی تھی ہماری ایک نظر
تو چہرہ تمہارا کھلتا تھا
کچھ یاد سا تم کو ہے جاناں
جب فون کی عادت روز کی تھی
کچھ دیر جو مجھ کو ہو جاتی
تم گھنٹوں روٹھا کرتے تھے
پھر گیتوں کی اور غزلوں کی
تم خواہش مجھ سے کرتے تھے

کبھی پیار تھا میری باتوں سے
مرے چہرے سے مری آنکھوں سے
اور جھانک کے میری آنکھوں میں
تم خود کو ڈھونڈا کرتے تھے
اک دو دن دیکھ نہ پاؤ تو
تم بےکل رہتے تھے
اور اب تو ایسا عالم ہے
کوئی چاہت ہے نہ الفت ہے
کیا پیار محبت اور وفا
اس ذکر سے تم کو وحشت ہے
میں لاکھ تسلی خود کو دوں
تمھیں اب بھی میری چاہت ہے
انجان بظاہر لگتے ہو
تمھیں اب بھی مجھ سے الفت ہے
پر دھوکا آخر دھوکا ہے
یہ کب تک دل بہلائے گا
دو پل کی خوشیاں دے کر یہ

مجھے صدیوں خون رلائے گا
کیوں قسمت سے تم لڑتی ہو؟
کیوں خود کو دھوکا دیتی ہو؟
خوابوں کے ٹکڑے چن چن کر
کیوں خود کو گھائل کرتی ہو؟
یہ بات تمھیں معلوم تو ہے
جب ہجر مقدر ہو جائے
آنکھیں بے آب سی رہتی ہیں
جو باتیں خواب سی ہو جائیں
وہ باتیں خواب ہی رہتی ہیں

یاد کا موسم

جب بارشوں میں بھیگو
تو ایک بار اپنی
آنکھوں کو بند کر کے
دھیرے سے مسکرانا
میں جان جاؤں گی یہ
میری طرح تمھیں بھی
مری یاد آ رہی ہے

نظم ہی تو لکھنی ہے

نظم ایسی لکھوں میں
جس میں دل کی باتوں کو
لازوال جذبوں کو
ان گنت سوالوں کو
ان کہے جوابوں کو
تیری چشمِ آہو سے
ایک پل میں کہہ ڈالوں
تو بھی دھڑکنیں اپنی
نظم میں سمو ڈالے
دل کی بات کہہ ڈالے
دل کی بات کہنے کو
نظم ہی تو لکھنی ہے

نظم بھی کہانی ہے
جس کو ایک قاری نے
پڑھ کے بھول جانا ہے
تم بھی بھول جاؤ گے
میں بھی حرفِ حرف اپنے
دل کے کورے کاغذ سے
جب کبھی مٹاؤں گی
خود کو بھول جاؤں گی
خود کو بھول جانے میں
خود کو خود مٹانے میں
ایک پل ہی لگتا ہے
ایک پل کا یہ قصہ
ہر صدی میں رہتا ہے
اس لیے مرے ہمدم
نظم ایک لکھ ڈالو
دل کی بات کہہ ڈالو
دل کی بات کہنے کو
نظم ہی تو لکھنی ہے

کیا ہو تم؟

کس قدر بُری ہو تم
ایک سرپھری ہو تم

خود کو کیا سمجھتی ہو
کیا کوئی پری ہو تم

ہیں لہو لہو آنکھیں
خود سے پھر لڑی ہو تم

زندگی کے ناٹک کا
رول مرکزی ہو تم

قہقہے سے لگتا ہے
درد سے بھری ہو تم

یاس کے زمانے میں
آس کی گھڑی ہو تم

سوالی

میں درد کا سودا بیچ رہی تھی
بستی بستی
شہروں شہروں
کوئی نہیں تھا جو یہ کہتا
سکہ ایک خوشی کا لے کر
دکھ کی گٹھڑی مجھ کو دے دو
نفرت کے سب کنکر لے کر
پیار کے سچے موتی دے دو
شاید سب ہی آس لگائے
اپنا اپنا بوجھ اُٹھائے
ایسا گاہک ڈھونڈ رہے ہیں

عطائے محبت

مری سوچ مختصر تھی
مرے لفظ بے اثر تھے
اُسے پا کے میں نے کھویا
تو مجھے لگا کہ جیسے
مرا آپ چھن گیا ہو
مگر اب تو یہ گھڑی ہے
مرے پاس شاعری ہے
مری رب سے دوستی ہے
وہ متاع جاں ہے حاصل
جو کبھی نہ کھو سکی ہے
ترا مل کے یوں بچھڑنا
مری خود سے آگہی ہے

ڈر

نہ جانے کیوں یہ لگتا ہے
محبت کی تپش میں جلنے والا سارا ایندھن
رت جگا بن کر
مری آنکھوں کا کاجل بن گیا ہے
مجھے بس ڈر یہ لگتا ہے
اگر یہ پھیل جائے تو؟

آرزو

مری زندگی کی کتاب میں
مرے روز وشب کے نصاب میں
نہیں کچھ بجز تری آرزو
نہیں کچھ بجز تری جستجو
مگر اِک خلش مرے دل میں ہے
کبھی آ کے مجھ سے تو یہ کہے
مری زندگی کی کتاب میں
مرے روز وشب کے نصاب میں
تری آرزو، تری جستجو

اپنے نام لکھا خط

کتنی مدت بعد
آج تم سے مخاطب ہوں
خوش ہوں اور جی رہی ہوں
ہر نعمت میسر ہے
خوب سوتی ہوں
خواب بھی دیکھتی ہوں
اور
ان کے بکھرے رنگوں سے
پہروں زندگی کی تصویر بناتی ہوں
مگر کچھ دن سے

رنگ کچھ پھیکے پڑ چکے ہیں
خوابوں خیالوں پر جمی گرد سے
ہر شئے دھندلانے لگی ہے
کتنی بڑی خوشی کیوں نہ ہو
کوئی احساس ہی نہیں جگاتی
مشکل پڑ جائے تو
کوئی پریشانی بھی نہیں ہوتی
درد کا احساس تک نہیں ہوتا
کبھی کبھی تو یہ گمان ہوتا ہے
میں مر چکی ہوں
اور مجھے دفنایا نہیں جا رہا
پھر سوچتی ہوں
مجھے دفنائے گا کون؟
کیوں کہ
مُردوں کو دفنانے کے لیے
زندہ ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے

فن

چاہوں تو
اپنی محبت سے
تجھے آباد کر دوں، سنوار دوں
کہ مجھے
محبت نبھانے کا
فن آتا ہے

زادسفر

سنو!

گزرتے وقت کی بے ربط و بے ترتیب

راہوں میں

تمھاری چاہ کا زادِ سفر

میں نے

بہت ترتیب سے رکھا ہوا ہے

مس مرتضیٰ حسین کے نام

بکھرتی تھی تو لگتا تھا

کہ واپس جڑ نہ پائے گی

سمٹتی تھی

تو ہر طوفان کا رخ موڑ دیتی تھی

سراپا حوصلہ بن کر

وہ جب بھی مسکراتی تھی

امیدیں جھوم اٹھتی تھیں

ہوائیں گنگناتی تھیں

فضا کی نغمگی ہر پل یہی پیغام دیتی تھی

کہ ہمت ہو تو ہر انسان جینا سیکھ جاتا ہے

ارادہ ہو تو ہر ذی نفس اِک دنیا بناتا ہے

وہ دنیا جس میں انسانوں کی قدریں کم نہیں ہوتیں
جہاں احساس کا سکہ کبھی کھوٹا نہیں ہوتا
جہاں چاہت ہمیشہ پا بجولاں رقص کرتی ہے
جہاں سب سے زیادہ محترم انساں کی ہستی ہے
وہ اپنی ذات ہی میں ایک دنیا تھی مرے یارو
وہ سب سے منفرد
سب سے الگ
سب سے انوکھی تھی
کبھی وہ دھوپ لگتی تھی
کبھی وہ چھاؤں کی صورت
کبھی وہ خواب جیسی تھی
وہ بالکل اپنے جیسی تھی
بکھرتی تھی تو لگتا تھا
کہ واپس جڑ نہ پائے گی
سمٹتی تھی
تو ہر طوفان کا رُخ موڑ دیتی تھی

یہ پگلی کیا کرے گی اب

میں جب بھی تنگ ہوتی تھی
کسی جاں کاہ وحشت سے
تو تیری گود میں سر رکھ کے ہر غم بھول جاتی تھی
تو مجھ کو پیار کرتی تھی
میرے شانوں پہ اپنا ہاتھ جب دھیرے سے رکھتی تھی
تو دنیا کو کوئی بھی دکھ
کوئی غم، غم نہ لگتا تھا
یہ تیرا لاڈ تو مجھ کو
بڑا ہونے نہ دیتا تھا
کسی غم کی تمازت نے
کسی جذبے کی شدت نے
بگاڑا کچھ نہ تھا میرا

مگر یہ کیا کیا تو نے؟
اکیلا کر دیا مجھ کو
کسی انجان منزل کے سفر پر ہو گئی رُخصت
کبھی سوچا بھی تھا تو نے؟
کہ اس مطلب کی دُنیا میں
بھلا کیسے جیوں گی میں
میری ہلکی سی لرزش پر
کہے گا کون بسم اللہ
میری بے پایاں خوشیوں کی
دُعائیں کون مانگے گا؟
بھلا تو ہی بتا اے ماں
سکوں پانے کی خواہش میں
کہاں جائے گی یہ پگلی
یہ کس کی گود میں سر رکھ کے
جی ہلکا کرے گی اب
یہ پگلی کیا کرے گی اب

نسبتاً آسان فیصلہ

مجھے علم نہیں
میرے اندر کی جنگ میں
میرا حریف کون ہے؟
میرا ضمیر
یا پھر
میری محبت
میں جب محبت سے کنارا کرتی ہوں
تو مجھے
اپنا آپ فنا ہوتا محسوس ہوتا ہے
میرا وجود تک مٹنے لگتا ہے
اور جب
میں اپنے ضمیر کو مارنے لگتی ہوں

تو ان دیکھے واہموں میں گھرے
بے شمار چہرے
ان گنت رشتے
اپنی موت آپ مرتے نظر آتے ہیں
اس جنگ میں
ہار!
کسی ایک فریق کا مقدر تو بنے گی
میں رشتوں کی قربانی نہیں دے سکتی
کہ یہ بہت مشکل کام ہے
ہاں، مگر میں!
اپنی موت آپ مر سکتی ہوں
کہ یہ
نسبتاً آسان ہے
کم از کم
اس کے لیے
مجھے
خوں بہا تو ادا نہیں کرنا پڑے گا

بدذات

یہ دھوکا تم بھی دیتے ہو
یہ دھوکا میں بھی دیتی ہوں
یہ دھوکا سب ہی دیتے ہیں
یہ دھوکا اک وبائے عام کی صورت
ہمارے خود فریبانہ سے احساسات کا دھوکا
طلبگارانِ ہستی کی امید و بیم کے جذبات کا دھوکا
یہ دلکش چاہتوں کے
حُسنِ امکانات کا دھوکا
مگر یہ سارا دھوکا ہے
حصول ذات کا دھوکا

جوتم بھی خود کو دیتے ہو

جو میں بھی خود کو دیتی ہوں

جو ہم سب خود کو دیتے ہیں

تو کیا؟ بدذات ہیں سارے؟

مختصر جواب

تم کیا چاہتی ہو؟

میں

جینا چاہتی ہوں

بلکہ بھرپور جینا چاہتی ہوں

تو پھر بہتر ہے

انسانوں سے توقعات باندھنا چھوڑ دو

سوال

یا خدا!

ریت کے گھروں میں رہنے والے

بارش کے

اتنے شیدائی کیوں ہوتے ہیں؟

پیراڈائم

وہ دل کی بات سن کر کشتیوں کے پار اتری تھی
سمجھتی تھی
کہ اس نگری سے وہ نگری
یقیناً مختلف ہوگی
مگر یہ کیا؟
یہاں کی بھی ہوائیں بے ٹھکانا ہیں
یہاں بھی پھول کی خوشبو فقط لمحوں میں اڑتی ہے
یہاں بھی زندگی خود موت کی بانہوں میں ملتی ہے
خدا کی برتری کو سب یہاں تسلیم کرتے ہیں
یہ نگری بھی تو ویسی ہے
جہاں خالق
بشر تخلیق کرتا ہے
اُسے اِک زندگی دیتا ہے اور پھر مار دیتا ہے

یہاں کا بھی خدا اس کے خدا جیسا ہی لگتا ہے
تسلی کے لیے دو دن میں اک دنیا بناتا ہے
پھر اپنی خواہشِ بے پایاں سے اُس کو مٹاتا ہے
وہ اِک اُلجھن میں تھی
اب کیا کرے آخر کہاں جائے
خدا کے راز جانے، یا کہ اپنے آپ کو پائے
ارادہ جب کیا اُس نے
کہ اپنا آپ پانا ہے
خدا دل میں سمایا اُس کے اور پھر یہ کہا اُس سے
سنو! آغاز اور انجام تو بس اِک بہانہ ہے
سنو! اس زندگی سے موت کا رشتہ پرانا ہے
سفر تو آگہی ہے، آگہی کا بھید پانا ہے
کہ دل تو روح کا مسکن ہے اور اس کا ٹھکانہ ہے
سو جب تم خود کو ڈھونڈو گی
تو یہ بھی جان جاؤ گی
تمہارا روپ ہے مجھ سے
مرے ہر رنگ میں تم ہو
یہاں میں ہوں
وہاں میں ہوں
جہاں میں ہوں وہاں تم ہو

رسم

خود ساختہ مجبوریوں میں جکڑے
فریب دیتے ہوئے
بظاہر مضبوط
مگر
بہت کمزور مردوں کو
جب جب دیکھتی ہوں
دل یہی کہتا ہے
کاش
ونی جیسی کوئی رسم
مردوں کے لیے بھی ہوتی

ایمان

میں اب بھی وہیں کھڑی ہوں
جہاں تم
مجھے چھوڑ کر
نئی راہ ہو لیے
اور پھر
پلٹ کر خبر تک نہ لی
کہیں تمھارا بھی تو
یہ ایماں نہیں کہ
پیچھے مڑ کر دیکھنے والے
پتھر کے بن جاتے ہیں

بے بسی

کتنا اُداس کر دیتے ہو
مت یاد آیا کرو
مجھے میرے حال پر چھوڑ دو
میں جیسی بھی تھی
کم از کم
اپنی تو تھی
ہنسنا مسکرانا
فضول باتوں پہ کھلکھلانا
فلموں ڈراموں میں دلچسپی لینا
بے ڈھنگے گانوں پر جھومنا

ناول پڑھنا اور اُن میں گھنٹوں کھوئے رہنا

اور پھر

دوستوں سے ان پر بے تکان بحث کرنا

سب پر اپنی پسند ٹھونسنا

ٹام کروز کے ساتھ

خوابوں ہی خوابوں میں

دُنیا بھر کی سیر کرنا

خوش رہنا

قہقہے لگانا

رونا اور پھر بلاوجہ

مسکرا دینا

سب کچھ تو میرے بس میں تھا

مگر اب

میں کتنی بے بس ہوگئی ہوں

سب کچھ تمہارے بس میں کر کے

فردوس بریں

اگر خلوص کے بینک سے

ریا کاری کے چیک

کیش نہ ہوں

اگر نفرت کی دھوپ سے

محبتوں کے دریا

خشک نہ ہونے پائیں

اگر سچ کی تصویریں

جھوٹ کے آئینے میں

دھندلی نہ ہونے پائیں

اگر درد سے چیختے چہروں پر

مسکراہٹ رقص کرنے لگے
اگر ہوس زدہ بھیڑیوں سے
تحفظ کا احساس ملنے لگے
اگر مفلسی کی آندھیاں
خوشحالی کے دیے روشن کرنے لگیں
اور اگر
جنگ کا طبل
امن کے راگ سے جھومنے لگے
تب یقینا
زندگی اپنا اصل مفہوم پا لے گی
تب یقینا
کائنات فردوس بریں کہلائے گی

جب کوئی بھی نہ ہو

وقت دہلیز پر کھڑا ہے
آؤ اس کی باتیں سنیں
باتیں بھی وہ
جنھیں سن کر
تمہارے اور میرے اندر کا انسان جاگ جائے
سنو!
محبت، خلوص اور قربانی
روح کی غذا ہیں
افسوس!
تم پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے

صبح سے شام تک

کولہو کے بیل کی طرح جتے رہتے ہو

مگر!

روح کو سیراب کرنے کی

ایک کوشش بھی نہیں کرتے

سنو!

وقت بار بار دستک نہیں دیتا

اس کی بات سنو

کہیں ایسا نہ ہو

ایک ایسا وقت بھی آئے

جب تمہاری سننے والا کوئی بھی نہ ہو

کوئی بھی

حتیٰ کہ تم خود بھی

میرا فیصلہ

میں اڑنا چاہتی ہوں

پوری توانائیوں کے ساتھ

حالاں کہ میرے پر کاٹ دیے گئے

میرے دل و دماغ پر

صبر، ایثار، قربانی کے کتبے سجا دیے گئے

اور یوں

میں زندہ ہوتے ہوئے بھی

زندہ نہ رہ سکی

مگر میں

جینا چاہتی ہوں

زندگی کی تمام رنگینیوں کے ساتھ
اور یہ تب ہی ممکن ہے
جب مجھے عورت ہونے سے پہلے
انسان سمجھا جائے
میرے دوزخی اور جنتی ہونے کا فیصلہ
میرے رب پر چھوڑ دیا جائے

یہ پل گزر گیا تو

کیا دیکھنے لگے ہو؟
کیا کھوجنے لگے ہو؟
میں بات کر رہی ہوں
تم سوچنے لگے ہو
سوچوں میں گھر گئے تو
الفت نہ ہو سکے گی
الفت تو خیر الفت
نفرت نہ ہو سکے گی
بہتر ہے پیار کر لو
دامن وفا سے بھر لو

لمحے جو پیار کے ہیں
مٹھی میں قید کرلو
یہ پل گزر گیا تو
کچھ بھی نہیں رہے گا
افسوس کا یہ لمحہ
پل پل تمہیں ڈسے گا
پھر کچھ نہ ہوگا حاصل
دل بھی رہے گا بے کل
جینا تو کیسا جینا
مرنا بھی ہوگا مشکل
خوشیاں سمیٹ لو تم
ہستی نثار کرلو
لمحے جو پیار کے ہیں
مٹھی میں قید کرلو
یہ پل گزر گیا تو

تقدیر اور وصل

وہ مجھ سے محبت کرتا تھا
میں اُس سے محبت کرتی تھی
وہ سچ کہنے سے ڈرتا تھا
میں سچ سننے سے ڈرتی تھی
حالات کی کچھ مجبوری تھی
قسمت میں شاید دوری تھی
وہ میرا مقدر بن نہ سکا
میں اس کا مقدر ہو نہ سکی
پر آج بھی من کی بستی میں
الفت کا سمندر بہتا ہے

جو دیواروں، دروازوں سے
چپکے چپکے یہ کہتا ہے
وہ مجھ سے محبت کرتا ہے
میں اُس سے محبت کرتی ہوں
اور اکثر سوچتی رہتی ہوں
یہ پیار نہ جانے کیوں اکثر
ایسے من میں جا بستا ہے
جہاں وصل کے ریشم کا گُچھا
تقدیر سے الجھا رہتا ہے

دو آنسو

جو اخبار، جو نیوز چینل
ہمارے خلاف ہو
اُسے خرید لو
یہ ہیومن رائٹس والے
انھیں بھی کچھ دے دلا کر
ان کا منہ بند کر دو
اور یہ انصاف کے پجاری
ان سے بھی ہو سکے تو
کوئی ایڈجسٹمنٹ کر لو
کتنا آسان ہے نا

لوگوں کو خریدنا
ان کی قیمت مقرر کرنا
اپنے خلاف اٹھتی ہر آواز خاموش کروا دینا
مگر کیسے روک سکو گے؟
اُس طاقت کو
جو جکڑ لے گی اپنی مٹھی میں
تمہارا غرور
اور گرا دے گی تمہیں گھٹنوں کے بل
تب کوئی حیلہ کوئی بہانہ کام نہ آئے گا
تب کوئی دوست کوئی مہربان
ساتھ نہ دے گا
حتیٰ کہ تم
چاہتے ہوئے بھی
نہیں بہا سکو گے
ندامت کے دو آنسو

مکمل نظم

مجھے اِک نظم لکھنی ہے
کہ جس میں دل کی سب باتیں
سہولت سے میں کہہ پاؤں
مری سوچوں، مرے جذبوں
مری ساری امنگوں کی
بہت تمہید ہو جس میں
کوئی پڑھنے جو بیٹھے تو
سحر سے شام ہو جائے
مجھے اِک نظم لکھنی ہے
کسی بے انت صحرا میں
گلوں کے رنگ بھرنے ہیں
کسی گہرے سمندر کو

کسی کوزے میں بھرنا ہے
فلک کے چاند تاروں کو
بس اِک مٹھی میں بھرنا ہے
زمانے کو خوشی کے لمس سے آباد کرنا ہے
دکھوں کی قید سے ہر سانس کو
آزاد کرنا ہے
مجھے اِک نظم لکھنی ہے
فقط اِک نظم لکھنی ہے
عجب سی یہ بھی خواہش ہے
مری اُس نظم میں لیکن
نہ ہو اِک لفظ بھی شامل
فقط احساس ہو اُس میں
فقط جذبات ہوں اُس میں
مجھے اِک نظم لکھنی ہے
مکمل نظم لکھنی ہے

مماثلت

مسکراہٹ چہرے پر سجائے
وہ چائے کی ٹرے اٹھائے
یہی سوچ رہی تھی
کہ اس میں
اور
قربانی کے جانور میں کتنی مماثلت ہے
اسے بھی
سجا سنوار کر
گاہک کے سامنے پیش کیا جاتا ہے
اچھی طرح چھان پھٹک کے بعد

بولی لگائی جاتی ہے
اور پھر من پسند داموں خرید لیا جاتا ہے
ایک لحاظ سے
قربانی کا جانور خوش قسمت ہے
جسے چند دن ناز نخرے اٹھانے کے بعد
کم سے کم ایک مرتبہ ہی
قربان کر دیا جاتا ہے
جبکہ اِس جنم جلی کو
بار بار
قربان ہونا پڑتا ہے
وہ بھی ہنستے کھیلتے

مہمان

خوش ہوں کس قدر دیکھو
اُس نے اپنا جانا ہے
مجھ کو بھی بلایا ہے
گھر کی خاص محفل میں
روشنی تو ہونی تھی
من کے مہکے آنگن میں
یوں لگا مجھے جیسے
میرے چار سُو گویا
چاندنی بکھر آئی
زندگی سمٹ آئی

آنے والے لمحوں کی
کیفیت میں گُم تھی میں
اُس نے ایک دم آ کر
مجھ سے یہ کہا جاناں
ہو سکے تو پہلے ہی
تم وہاں پہنچ جانا
انتظار کی وحشت
مجھ سے ہو نہیں سکتی
اور ایک عرضی ہے
قیمتی ہو پیراہن
اور بہت نمایاں ہو
اب یہ سوچتی ہوں میں
مجھ کو ہی بلایا ہے
یا کہ میرا پہناوا
اُس کے گھر کا مہماں ہے

آزاد قیدی

میں نے اپنی محبت کے سحر
وفاؤں کی جاگیر
اور وعدوں کی زنجیر سے
تمہیں آزاد کیا
خدارا!
یہ مت پوچھنا
میں نے خود کو
تمہاری قید سے
آزاد کیا یا نہیں
یقیں جانو
میں اُن قیدیوں میں سے ہوں
جو کھلے دروازے دیکھ کر بھی
فرار نہیں ہوتے

مکالمہ

عجیب بات ہے
محبت کا دعویٰ
اُس نے کیا
اور نبھانا مجھے پڑ رہا ہے
ایسا لگتا ہے
محبت کی کہانی کا یہ اہم کردار
اب کہانی کار بن کر
ہر کردار کے مکالمے
مجھی سے ادا کروانا چاہتا ہے

کہا اُس نے

پھول کھِل پاتے نہیں
رنگ بے رنگ ہو جاتے ہیں
خوشبو خود سے کتراتی ہے
چاندنی اپنا حسن کھونے لگتی ہے
یقینا
ہر چیز اپنا حوالہ کھونا چاہتی ہے
جب بھی تم
مسکراتی ہو

سہارا

خواہشیں ہنس دیں
خواب جاگ اُٹھیں
امیدیں روشن ہو جائیں
تمہیں جو ہنستا دیکھوں
میرے سبھی دکھ مر جائیں

بنتِ حوا

میرے چاروں طرف آوازیں تھیں
عجیب سی آوازیں
غیر مانوس
بہت قریب ہوتی ہوئی دور کی آوازیں
شاید میرے اپنے ہیں
جو میرے مرنے پر
گھر والوں کو پرسا دینے آئے ہیں
یا کچھ جاننے والے
جن کی خوشیاں اور غم
شاید مجھ سے وابستہ رہے ہوں گے
نجانے کیوں یہ آوازیں

میرے اندر کی توڑ پھوڑ کو بڑھا رہی ہیں
مجھے احساس دلا رہی ہیں
کہ میں مر چکی ہوں
حالاں کہ میں مرنا نہیں چاہتی
میری تدفین میں ابھی کچھ وقت ہے
یہ آخری رسم بھی ادا ہونے کو ہے شاید
سب مجھے رخصت کرنے کو بے چین ہیں
یقیناً رخصتی کے بعد
بریانی کی دیگیں کھلنے کا انتظار ہوگا
یہ دیگیں بھی عجیب ہوتی ہیں
کبھی رخصتی سے پہلے کھول دی جاتی ہیں
اور کبھی رخصتی کے فوراً بعد
خیر چند گھنٹوں ہی میں
مجھے منوں مٹی تلے بے یارومددگار چھوڑ دیا جائے گا
میں،
جو گھر کی
بلکہ خاندان بھر کی عزت تھی

یوں ایک انجانی جگہ
دفن کر دی جاؤں گی
روح تو عالم بالا پرواز کر جائے گی
مگر جسم
جسم تو مردہ ہونے کے بعد بھی
ڈرا سہما رہے گا
کہ کہیں کچھ ہوس پرست
اپنی بھوک مٹانے تو نہیں آ جائیں گے؟
سوچتی ہوں بنت حوا بھی
آخر کیا نصیب لکھوا کر لائی ہے؟
زندہ ہوتے ہوئے اکثر
مُردوں جیسی زندگی گزارتی ہے
اور کبھی کبھی
مُردہ ہوتے ہوئے بھی
زندوں جیسے خوف پالتی ہے
سوچتی ہوں یہ بنت حوا بھی
آخر کیا نصیب لکھوا کر لائی ہے

شکوہ

میں نے تم سے
تمہیں مانگا
تو تم
مسکرا دیے
تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے
اے جان
اپنی چیزیں بھی بھلا
مانگی جاتی ہیں

کم ظرف

میں نے کم ظرفی کی انتہا کر دی
اُس نے
فقط یہی تو کہا تھا
میری خوشیاں کسی اور سے وابستہ ہو گئیں
اور میں نے
اپنے غم بھی اُس سے منسوب کرنا چھوڑ دیے

اذیت

دل تو چاہتا ہے
اُسے خواب سمجھ کر بھول جاؤں
مگر وہ خواب
کوئی کیسے بھول سکتا ہے
جس کے لیے
اُس نے
ہزاروں راتیں
جاگ کر گزاری ہوں

ایک محبت کے حصول میں

محبت کے فسوں میں لپٹی
آدم کی بیٹی
اپنا پیار پانے کے لیے
سب کچھ قربان کر دیتی ہے
چاہے وہ
خودداری ہو
رشتے ہوں
جذبے ہوں
تب نہ جانے کیوں
وہ یہ بھول جاتی ہے

کہ ایک نفس کو پانے کے لیے
وہ کتنی زندگیاں داؤ پر لگا رہی ہے
کتنے رشتے زندہ درگور کر رہی ہے
ایک محبت کے حصول کے لیے
آدم کی بیٹی
جانے کیوں
اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے

محبتی رنگ

میری آنکھوں میں بسے
محبت کے ہر خواب کے امیں
میری پلکوں پر سجے ستارے
اپنے ہونٹوں سے چن لو
کہ ان کی روشنی سے اب
ہر شے دھندلانے لگی ہے
جب کہ میں
تمھیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں
بہت قریب سے
اتنے قریب سے

کہ سیری آنکھیں چندھیا جائیں
انھیں کچھ نظر نہ آئے
سوائے
محبتی رنگ کے

تکمیل

میں خدا نہیں
میں خدا جیسی بھی نہیں
مگر وہ تو خدا ہے
دینے والا
مکمل اور بھرپور
تو پھر
کیوں نہیں سُنتا
وہ جو میرے دل میں ہے
تو پھر کیوں نہیں دیتا؟
وہ جو میری دعاؤں میں ہے
مجھے مکمل کیوں نہیں کرتا؟

میں کب سے محبت کی دل فریب وادیوں کی چاہ میں
نفرت کی سنگلاخ چٹانوں میں بھٹک رہی ہوں
میری تلاش ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتی
کہیں ایسا تو نہیں کہ
تلاش ختم ہوتے ہی
میرا اصل مجھ سے چھن جائے
میری ہستی اپنا جواز کھو دے
میں، میں نہ رہوں
شاید!
بے چینی میرے خمیر میں ہے
شاید!
تکمیل، میرے وجود کا حصہ ہی نہیں
یہ صرف
اُس ہستی کی صفت ہے
جسے خدا کہتے ہیں
جو مالکِ کُل بھی ہے
اور حاصل کُل بھی

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے

زندگی بھی عجیب ہے
کیا کیا رنگ دکھاتی ہے
مجھے کسی اور نے چاہا
مگر میری چاہت
تم سے وابستہ ہوگئی
تمہارے لیے گیت لکھے، خواب بنے
یہاں تک کہ
زندگی تمہارے نام کر ڈالی
پھر یوں ہوا
تمہیں کسی اور سے محبت ہوگئی

اور میں خواب دیکھتی رہ گئی
ڈرتی ہوں کہ کہیں
تاریخ اپنے آپ کو نہ دہرا دے

جوازِ محبت

وہ کہتا تھا
میں تمہارے سارے لہجے
پہچانتا ہوں
تمہاری ساری کیفیات
بنا کہے سمجھ جاتا ہوں
(کیوں کہ محبت لفظوں کی محتاج نہیں)
مگر کتنی عجیب بات ہے
دل آج اداس بہت تھا
ایک انجانے غم کا احساس بہت تھا
لفظ

خوشی کے ادا ہو رہے تھے

اور لہجے کی تھکاوٹ

چغلی غم کی کھا رہی تھی

اور تم

اپنی خوشی میں مگن

کہہ رہے تھے

تم بہت خوش نظر آ رہی ہو، کیا بات ہے؟

میں کچھ بھی نہ کہہ سکی

کہتی بھی کیا؟

جواز محبت ہی مرے پاس نہ رہا

سوال کے جواب میں

تم کچھ بدل گئی ہو؟

اس کے دانستہ کیے گئے سوال نے

مجھے چونکا دیا

یوں تو

میرے پاس کئی جوابات تھے

مگر نہ جانے کیوں

مروت میں گندھے دل نے

صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا

میں بدلی نہیں

صرف میری دعائیں بدلی ہیں

پہلے میں

دعا مانگا کرتی تھی

میرے مالک

میری محبت کی شدت قائم رکھنا

مگر اب

میں یہ دعا مانگتی ہوں

مجھے تم سے

تمہاری جیسی محبت ہو جائے

کاش زندگی اپنی اس طرح گذر جاتی

راستے سجے ہوتے

پیار میں بسے ہوتے

اور ان پہ خوشیوں کے

پھول کھل رہے ہوتے

ہر کلی میں چاہت کی زندگی نمو پاتی

کاش زندگی اپنی اس طرح گذر جاتی

پیار کا جزیرہ ہو

سادگی وتیرہ ہو

دل جہاں عداوت نے

ایک بھی نہ چیرا ہو

خوف اور مصیبت کی رات ہی نہیں آتی

کاش زندگی اپنی اس طرح گذر جاتی
عمر بھی تھمی رہتی
کوئی نا کمی رہتی
ہر کسی کی آنکھوں میں
پھر بھی اک نمی رہتی
ہنستی روتی آنکھوں کی ہر خوشی ہمیں بھاتی
کاش زندگی اپنی اس طرح گذر جاتی
حرف ان کہے ہوتے
ساز ان سنے ہوتے
ہوش مند دیوانے
سر کو دھن رہے ہوتے
لفظ سوچتے رہتے آنکھ بات کر جاتی
کاش زندگی اپنی اس طرح گذر جاتی

کہیں چلتے ہیں

سنو!
کہیں چلتے ہیں
بہت ساری باتیں کرنی ہیں
دل کی دھڑکنوں کی ترتیب
اور بے ترتیبی کا جواز ڈھونڈ نا ہے
مدتوں بعد جاگی خواہشوں کو
سیراب کرنا ہے
سنو!
تمہارے ساتھ چلنا ہے
ساحل کی گیلی ریت کو یہ باور کروانا ہے
کہ محبت جب ساحل کنارے

اپنے قدم جماتی ہے تو ان سے ٹکراتی موجیں

اپنی ہستی پر مان کرتی ہیں

سنو!

مجھے ان پیاسی موجوں کو

جیون دان دینا ہے

سنو!

مجھے تمہارے ساتھ چلنا ہے

ہریالی

بھلا کب تک

مرے زخموں پر

تم پھاہا رکھتے رہو گے؟

ایسا کرو

رہنے دو

کہ بعض چیزیں

ہری ہی اچھی لگتی ہیں